ماہنامہ
المرشد
لاہور

اکتوبر 1999

اللہ
رسول
محمد

توکلت علی اللہ

میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد نمبر21 جمادی الثانی 1420ھ بمطابق اکتوبر 1999ء شمارہ نمبر3

اس شمارے میں

1	اطاعت امیر	اداریہ	3
2	بد عملی کے ثمرات	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	مسلمانوں کی حالت ابتر کیوں؟	غیاث الدین جانباز	9
4	احترام آدمیت کی بحالی	امیر محمد اکرم اعوان	11
5	میاں اظہر سے ایک ملاقات	محمد اسلم	17
6	دل مردہ' دل نہیں ہے' اسے زندہ کر دوبارہ	امیر محمد اکرم اعوان	20
7	حکمرانوں کا حساب	خواجہ عابد نظامی	25
8	نعت	عرفانہ عزیز	27
9	احقاق حق اور یزیدیت	امیر محمد اکرم اعوان	28
10	مسلمان حاکم کے خلاف خروج کا وجوب	امیر محمد اکرم اعوان	34
11	سازشی تکون اور قیادت کا بحران	جنرل (ر) حمید گل	42
12	حقیقی انقلاب کے لئے دلوں کی تبدیلی	امیر محمد اکرم اعوان	46
13	نعت	بشریٰ اعجاز	48
14	طب نبوی' امت کی بیماریاں	ڈاکٹر خالد غزنوی	49
15	(کلام شیخ) در مصطفیٰ اللہ اللہ	سیماب اویسی	54
16	اک ذرا دیر (نظم)	ریاض الرحمٰن ساغر	57
17	ان گنت دی گنتی	طیبہ [illegible]	58
18	مجالس ذکر	[illegible]	59

رابطہ آفس:- دار العرفان' عقب عبد اللہ پوروگن سٹینڈ' ریلوے کالونی فیصل آباد- فون 727410

ناشر:- پروفیسر حافظ عبد الرزاق انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

پتہ:- ماہنامہ المرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور- فون 5180467

اداریہ
اطاعت امیر

عقل، شعور اور ادراک خواہ کیسے ہی بلند مدراج رکھتے ہوں اپنی محدود اہلیتوں کی بنا پر کسی نہ کسی مقام پر یا تو عاجز آجاتے ہیں یا غلط فیصلہ کر بیٹھتے ہیں۔ انسان ویسے بھی جلد باز واقع ہوا ہے اور اس کی مذکورہ اہلیتیں عام طور پر اسے اپنے ذاتی مفادات اور اغراض سے باہر نکلنے نہیں دیتیں۔ لہٰذا اس کی سوچ اجتماعی مفادات کی علمبردار نہیں ہوتی، زیادہ سے زیادہ وہ اپنے خاندان کے مفادات تک محدود رہتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے خلوت گزینی اور گروہی زندگی کی بجائے اجتماعی زندگی کو اہمیت دی ہے، تاکہ ایک جماعت بن کر منظم اور بامقصد زندگی گزاری جاسکے۔ جماعتی زندگی کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے نظام کو چلانے کے لئے ایک رہبر، ایک امیر بیسر آجاتا ہے۔ جو ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اجتماعی مفادات کے حصول کی جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ وہ حالات اور وقت کے مطابق مناسب فیصلے کرتا ہے اور جہاں ضروری خیال کرتا ہے وہاں اپنے ساتھیوں سے مشورہ بھی کرتا ہے۔ اسلام کی ابدی سچائیوں میں سے ایک اطاعت امیر بھی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ نک کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ مطلب یہ کہ جب کسی شخص کو امیر بنایا جائے تو ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، البتہ امیر کے "خلاف اسلام" حکم کی پابندی ضروری نہیں ہوتی۔ کسی بھی جماعت میں شامل افراد کی یہ ذمہ داری بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت کے ساتھ ساتھ مشورہ طلب کرنے پر ذاتی اغراض اور مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے رائے کا اظہار کرے تاکہ امیر کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ کوئی شخص امیر جماعت بن کر معصوم عن الخطا نہیں ہو جاتا مگر اس کے باوجود جماعتی ڈسپلن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ امیر کے فیصلے کے بعد اس فیصلہ سے اختلاف کیا جاسکے۔ اختلاف رائے کا حق صرف فیصلہ سے پہلے ہے وہ بھی اس وقت جب مشورہ طلب کیا جائے۔ علاوہ ازیں امیر پر یہ پابندی نہیں ہوتی کہ وہ ہر امر میں ضرور ہی مشورہ کرے۔ خود نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انہوں نے بعض امور میں مشورہ طلب نہیں فرمایا، جیسا کہ صلح حدیبیہ میں ہوا۔ اس معاہدہ کی بعض شرائط صحابہ کرامؓ کو بہت سخت لگیں اس کے باوجود کسی صحابیؓ نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ایک فیصلہ تھا ہو گیا، جو بعد میں بہت ہی دور رس کامیابیوں کا باعث بنا۔ یہ کامیابیاں اس وقت کسی کے گمان میں بھی نہ تھیں۔

تنظیم الاخوان امیر محمد اکرم اعوان کی قیادت میں ملک میں نفاذ اسلام کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ یہ تنظیم اور اس کا طریقہ کار ملک کی دوسری سیاسی جماعتوں سے ہٹ کر ہے۔ اس کے امیر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے سربراہ ہیں۔ تنظیم الاخوان کا مطمع نظر یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہونا چاہئے، یہ کام خواہ کسی بھی جماعت یا فرد کے ذریعے ہو۔ اس مقصد کے لئے امیر الاخوان محمد اکرم اعوان حکومتی اور دیگر سیاسی جماعتوں کے سربراہوں سے ملاقات بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان ملاقاتوں کا مقصد صرف اور صرف ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے راہ ہموار کرنا ہوتا ہے۔ اسی میں کوئی ذاتی یا سیاسی مفاد حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ تنظیم الاخوان اور اس کے سربراہ امیر محمد اکرم اعوان کی اسی بے لوث اور مخلصانہ جدوجہد کی وجہ سے ہی گزشتہ دو برسوں میں بڑی تعداد میں لوگ تنظیم الاخوان میں شامل ہوئے ہیں۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو دوسری سیاسی جماعتوں سے مایوس ہو کر الاخوان میں آئے ہیں۔ انہی میں سے کچھ افراد ایسے ہیں جو تنظیم الاخوان کو عام جماعتوں جیسا تصور کرتے ہیں اور اہم تنظیمی معاملات میں ویسا ہی رویہ اختیار کرتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی سابقہ سیاسی جماعتوں میں اپناتے رہے، جو کہ درست طریقہ نہیں ہے۔ بعض امور پر وہ اختلاف رائے کا اظہار اس طریقے سے کرتے ہیں جو قطعی طور پر مناسب نہیں ہوتا۔ الاخوان کے سربراہ اللہ کے نیک بندے، مفکر اور دانشور ہیں وہ جو بھی فیصلہ کرتے ہیں دین اور وطن کی بھتری کے لئے ہی کرتے ہیں۔ اس لئے دوسری جماعتوں سے آئے ہوئے الاخوان کے ممبران کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ تنظیمی ڈسپلن کے ساتھ ساتھ اطاعت امیر کے پہلو کو بھی نظرانداز نہ کیا جائے۔

سرفراز حسین

بدعملی کے ثمرات

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 98-6-26 دار العرفان منارہ

بسم الله الرحمن الرحیم ○ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف الرحیم۔

اللہ جل شانہ نے نبی کریم ﷺ کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! لقد جاء کم تمہارے پاس آچکا اب نہ اس کے بعد کوئی آئے گا اور نہ تم کسی کا انتظار کرو نہ کوئی آنے والا ہے۔ جو تشریف لانے والا تھا وہ تشریف لا چکا۔ رسولؐ ایک ایسی ہستی جو اللہ کی طرف سے تمہاری طرف بھیجی گئی مبعوث فرمائی گئی۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم۔ تم ہی میں سے ایک اللہ کا بندہ' فرشتوں' جنات یا کسی دوسری مخلوق میں سے نہیں۔ چونکہ تعلق' رشتے اور نسبت کے لئے جنس بھی شرط ہوتی ہے اگر بنی آدم کی طرف کوئی فرشتہ رسول ہوتا یا بنی آدم کی طرف کوئی جن رسول ہوتا تو بنی آدم کو اس سے برکات حاصل کرنا آسان نہ ہوتا۔ اس کے ساتھ رشتہ' محبت' رشتہ ایمان اور اتباع کا تعلق قائم کرنا آسان نہ ہوتا تو یہ بھی احسان اپنا فرمایا کہ میں نے جس ہستی کو منتخب فرمایا ہے اور جسے اپنا آخری رسول مبعوث فرمایا ہے وہ تم میں سے ہے یعنی تمہارے لئے یہ بات باعث فخر ہے اور اللہ کا احسان ہے۔ ان کا مزاج ایسا ہے عزیز علیه ما عنتم کہ ٹھوکر تمہیں لگتی ہے اس کا دکھ وہ محسوس فرماتے ہیں یعنی مزاج عالی ہی ایسا کریمانہ ہے کہ نقصان تمہارا ہوتا ہے' تکلیف تم پر آتی ہے' دکھ تمہیں پہنچتا ہے' اس کی شدت کو میرا رسولؐ محسوس فرماتا ہے۔

حریص علیکم - تمہارے لئے' تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے' تمہیں اللہ سے واصل کرانے کے لئے' تمہیں اللہ سے آشنا کرانے کے لئے' تمہیں اللہ تک پہنچانے کے لئے لالچ اور حرص کی حد تک جاتا ہے وہ ہستی جو دو عالم سے بے نیاز ہے' وہ ہستی جسے کسی کی احتیاج نہیں' تمہارے لئے لالچ کی حد تک جاتا ہے اور یہ خطاب ہے بنی آدم کو۔ اس میں مومن کافر سب شامل ہیں' پوری اولاد آدم کو خطاب فرمایا جا رہا ہے اور فرمایا جب بات مومنین کی آتی ہے تو بالمومنین روف الرحیم۔ تو مومنین کے ساتھ ان کا رویہ ہے کہ وہ رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی ہیں۔ یعنی یہ غلطی کرتے ہیں وہ درگزر فرماتے ہیں۔ یہ گناہ کرتے ہیں وہ ان کی بخشش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ یہ وہ تعارف ہے رسول اللہ ﷺ کا جو اللہ نے اپنی آخری کتاب میں کروایا ہے۔

رشتہ ہوتا ہے دونوں طرف سے رسول ﷺ کی طرف سے تو کمال شفقت اور انتہائے کرم یہ ہے کہ جو کلمہ نہیں پڑھتے ان کے لئے بھی آپ ﷺ حرص کی حد تک جاتے ہیں کہ اے کاش اسے کلمہ نصیب ہو جائے اور میرے مبعوث ہونے کے بعد یہ جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔ جو کلمہ پڑھ لیتے ہیں ان کے ساتھ آپ ﷺ کا تعلق درگزر فرمانے کا ہے اور ان کے لئے رحمت اور بخشش کے طالب ہیں لیکن عہد حاضرہ کے کفار کو تو چھوڑ دیجئے کفار تو ہر عہد میں کفار ہی رہے ہیں لیکن جو ایمان کا دعوی کرتے ہیں' جو مسلمان کہلاتے ہیں ان کا کیا حال ہے اس وقت دنیا میں کم و بیش چھپن اسلامی ریاستیں ہیں۔ یہ جو چھپن اسلامی ریاستیں ہیں ان کی آبادی بھی مسلمان ہے اور حکمران بھی مسلمان ہیں لیکن کسی بھی ریاست میں وہ قانون نہیں ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا اور کسی بھی ریاست کا حکمران طبقہ وہ قانون یا وہ اصول قبول کرنے پر تیار بھی نہیں ہے۔ یہ وہ تلخ حقیقت ہے جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کہ چھپن حکومتیں ہیں' چھپن ریاستیں ہیں' رعیت بھی مسلمان ہے' حکومت بھی مسلمان ہے' عدالتیں مسلمانوں کے پاس ہیں' جج مسلمان ہیں لیکن کوئی عدالت اسلامی قانون پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔ کوئی جج اسلام کو قانون ماننے کو تیار نہیں' کوئی وکیل اس بات پر متفق نہیں کہ قانون اسلامی رائج ہو' کوئی دانشور' کوئی ادیب' کوئی اخبار نویس اس بات پہ راضی نہیں ہے کہ شریعت نافذ ہو' یہ بات تو رہ گئی حکمرانوں کی حکومتوں کی عدالتوں کی۔ اب عام مسلمان کو دیکھ لیجئے ایک عام مسلمان کی زندگی میں اسلام کتنا ہے؟ نہ ہونے کے برابر۔

اسلام کے لئے نماز پڑھ لیں گے اس لئے کہ اس میں پلے سے کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ روزہ رکھ لیں گے لیکن جب لین دین کی بات آئے گی۔ تو جھوٹ بولیں گے' دوسروں کے پیسے دبا لئے جائیں گے۔ دینے کی طرف نہیں آئیں گے' منافقت کریں گے' پیسے لے لیں گے اور چیز کھری نہیں دیں گے پوری نہیں دیں گے یعنی سوال نہیں پیدا ہوتا کہ آپ کسی پر اعتبار کرلیں اور وہ چیز پوری ہو۔ عمل میں' لین دین میں' معاملات میں' تعلقات میں' ایک عام مسلمان بھی اسلام کو گوارا نہیں کرتا۔ جوتے کپڑے اور لباس سے لیکر خرید و فروخت بیع و شراء اور معاملات تک اسلام کو قریب نہیں آنے دیتا حرام کام کرنا ہو تو اس کے لئے حلال کا فتویٰ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کوئی کام شرعاً منع ہو اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے ایچ پیچ کرکے کسی طرح سے کسی سے اس کے جواز کا فتویٰ مل جائے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کردار کے ساتھ عام آدمی بھی اللہ سے ناراض ہے' حکمران بھی خدا پر خفا ہیں کہ جی ہم مسلمان ہیں ساری مصیبتیں ہم پر ہی آتی ہیں۔ اپنے اس کردار کو مسلمانی بھی سمجھتے ہیں اور یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ وہ سلوک ہو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوتا تھا۔ ہم پر وہ انعامات نازل ہوں۔ اگلے دن صدر مملکت کا بیان تھا کہ جی ہم نظام صلوۃ رائج کرنا چاہ رہے ہیں کمال ہے آپ کے نظام صلوۃ سے کیا ہوگا جو لوگ پہلے نماز اپنی مرضی سے پڑھتے ہیں وہ پھر بھی پڑھتے رہیں گے نظام صلوۃ تو ضیاء الحق صاحب نے رائج کیا تھا کتنے نمازی بڑھ گئے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟ تو

آپ جب سرکاری طور پر چودہ کروڑ مسلمانوں کو سود کھلا رہے ہیں ان کے لئے کونسا نظام صلوۃ رائج کرتے ہیں؟ سود خوروں کی کیا نماز ہوتی ہے؟ آپ سود ختم کیوں نہیں کرتے؟ صرف اس لئے کہ سود غریب آدمی کا خون چوستا ہے اور امراء کو مفادات دیتا ہے۔ غریبوں کی جیب سے نکلتے ہیں اور حکمرانوں اور امراء کی جیب میں پیسے جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں اپنی آمدن بند کرنا نہیں گوارا؟ حلت و حرمت بعد کی بات ہے اور اس سود خوری نے اور اس حرام کی غذا نے عام آدمی کو اتنا نیچے گرا دیا ہے کہ اگر حکمران اربوں روپے کے لئے بے ایمانی کرتے ہیں تو ایک عام آدمی دو روپے کے لئے بھی بے ایمانی کر لیتا ہے۔ یعنی کتنی عجیب بات ہے کہ آدمی شہر میں جاتے ڈرتا ہے جنگل میں جاتے ڈرتا نہیں۔ شہر مسلمانوں کا ہے اور سارے مسلمان ہیں جنگلی درندوں سے نہیں ڈرتا اہل شہر سے ڈرتا ہے۔ انہی شہروں میں جہاں ہزاروں مساجد ہیں بے شمار اذانیں ہوتی ہیں اور بے شمار لوگ نماز پڑھتے ہیں' وہیں ہر روز بے شمار لوگ قتل ہوتے ہیں جو نہیں جانتے کہ ہمیں کس نے قتل کیا اور کیوں قتل کیا' عزتوں کا لٹنا ایک رواج بن چکا ہے اور ایسی ایسی دل دوز داستانیں نمک مرچ لگا کر اخباروں والے اخبار بیچنے کے لئے چھاپتے ہیں کسی پر کوئی اثر نہیں ہوتا' نہ حکمرانوں پر نہ افسروں پر اور نہ عام آدمی پر اور اس سارے کردار کے ساتھ ہم سب کو یہ اعتبار بھی ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ کرے ہم مسلمان ہی ہوں لیکن یہ فیصلہ تو اب یک طرفہ دعویٰ ہے نا ہمارا اپنی طرف سے۔ پتہ تو تب چلے گا جب اللہ بھی قبول کرے کہ واقعی یہ مسلمان ہے۔ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبول کرے کہ یہ واقعی مسلمان

ہے۔

حضرات گرامی' رونا اس بات کا ہے' حکمرانوں کی غفلت سے شکایت نہیں ہے اور حکمرانوں کی حرام خوری سے بھی شکایت نہیں ہے' ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہمارا دینی رہنما بھی دین سے بے بہرہ ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ دینی پارٹیاں بھی نفاذ اسلام نہیں چاہتیں۔ وہ بھی چاہتے ہیں کہ جس طرح بات چل رہی ہے چلتی رہے ہم اسلام کے نعرے لگاتے رہیں' ہمیں چندے ملتے رہیں' پیسے آتے رہیں' ہم موج کرتے رہیں اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ ٹھیک ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ جب کہتے ہیں کہ سودی نظام ختم کیا جائے تو ایک نظام ہے ملک میں چل رہا ہے اس میں بینک ہیں' اس میں لین دین ہے' اس میں حکومت کے ٹیکس ہیں' اس میں سرکاری بجٹ ہے' ایک عام آدمی ایک دکاندار سے لیکر گورنمنٹ کے بجٹ تک ایک تسلسل ہے' ایک نظام چل رہا ہے' آپ یہ تو کہتے ہیں کہ اسے ختم کردو لیکن اس کی جگہ رائج کسے کریں' وہ کیوں نہیں بتاتے؟ ایک نظام چل رہا ہے آپ اگر مخلص ہوں اسے ختم کرانے میں تو اس کے متبادل نظام دیں کہ جناب اسے اٹھا دیا جائے اور یہ نظام اس کی جگہ رائج کیا جائے پھر تو پتہ چلے گا کہ آپ واقعی آپ اپنی بات میں سچے ہیں۔ آپ جب متبادل نظام نہیں دیتے صرف نعرہ لگاتے ہیں اسے ختم کرو' اسے ختم کرو' اس کا حاصل صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں میں جلے جلسے ہو جاتی ہے لوگ پیسے دیتے ہیں چندے دیتے ہیں جماعتوں کے پاس فنڈز آجاتے ہیں آپ "وی آئی پی" بن جاتے ہیں اور آپ اس خرچے پر سفر بھی کرتے ہیں' موج میلہ بھی کرتے ہیں' کھاتے پیتے بھی ہیں اس کے علاوہ

کچھ نہیں ہوتا۔ علماء کے خلوص کا امتحان بھی یہ ہے کہ اگر واقعی مخلص ہیں سود کو ختم کرانے میں تو غیر سودی نظام کا پورا ڈھانچہ بنا کر پیش کریں۔ گزشتہ پچاس سال میں تو کسی نے کیا نہیں ہے۔

دوسری بات اس سے بھی عجیب تر ہے میں انشاء اللہ مجلس میں بھی علماء سے پوچھوں گا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ شریعت کی بالادستی سے علماء کا مطلب کیا ہے؟ قانون جو ملک میں رائج ہے وہ غیر شرعی ہے' اب اس غیر شرعی نظام پر شریعت کی بالادستی کیا ہوگی؟ اگر وہ فیصلہ ہی شریعت کے خلاف ہے تو اس پر شریعت کی بالادستی کیا ہوگی؟ اس کا کیا تصور ہے؟ اور اگر کوئی کام شریعت کے مطابق ہو رہا ہے تو وہ خود شریعت ہے پھر اس میں شریعت کی بالادستی کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بھی ایک دھوکا ہے عام مسلمان کے ساتھ اور میں یہ سمجھتا ہوں حکومت کے ساتھ ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ملک میں شریعت نافذ کرو یہ بالادستی کیا ہوتی ہے؟ ایک کام اگر شریعت کے مطابق ہے تو وہ شریعت ہے' شریعت کے خلاف ہے تو اس پر شریعت کی بالادستی کیا ہوگی۔ اس میں بالادستی کا کیا تصور ہے۔ تو دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ یہ بڑی بڑی سیاسی دینی جماعتیں بھی محض حکمرانوں کو یا وزیراعظم کو جو بھی وزیراعظم ہو اسے گالیاں دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا تیر مار لیا۔ کسی بھی فرد کو گالیاں دینے سے اسلام نافذ نہیں ہو جائے گا۔ کسی بھی فرد پر کیچڑ اچھالنے سے اسلام نافذ نہیں ہو جائے گا۔ کسی کو بھلا برا کہنے سے وہ بے نظیر ہو یا نواز شریف اسے بھلا برا کہنے سے اسلام نافذ نہیں ہو جائے گا۔ یہ محض لوگوں کے جذبات سے کھیلنے والی باتیں ہیں۔ ایک عام آدمی ایک سادہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ بڑا بہادری کا کام کیا ہے جی وزیراعظم کو یہ کہہ دیا وہ کہہ دیا اور وزیراعظم اپنی جگہ خوش ہوتا ہے کہ جو ہم کر رہے ہیں اس میں مداخلت نہیں کی۔ ذاتی طور پر کچھ بکواس کر بھی دیا تو کیا فرق پڑا۔ وہ بھی خوش رہتے ہیں کہ ہمارے کام میں تو رکاوٹ نہیں ڈالی۔ کسی کو یہ تو نہیں بتایا کہ ہم جو کر رہے ہیں یہ غلط ہے' اس کی جگہ یہ کیا جائے' یہ صحیح ہے تو حکمران بھی راضی حکومت بھی راضی اور عام آدمی بھی نعرے لگا کر چلا گیا اس نے دس روپے پانچ روپے چندہ دے دیا۔ حال لوگوں کا یہ ہے۔

صبح بچے بتا رہے تھے مجھے ایک مزدور مزدوری کرنے یہاں آیا گاؤں میں دوسرے تیسرے گاؤں کا ہے بیچارا اسی روپے آج کل مزدوری۔ اب مزدوری دینے والے کو بڑا شکوہ ہے کہ جی ایک مزدور کو کھانا بھی دینا پڑتا ہے چائے بھی پلانی پڑتی ہے۔ اسی روپے دینا پڑتے ہیں اور ایک سو ستر مستری لے لیتا ہے تو بہت مہنگائی ہے لیکن وہ جس نے اسی روپے لئے اس نے ایک کلو چینی خریدی' اور ایک ڈبہ چائے کی پتی کا اناسی روپے بل آیا صبح سے شام تک مزدوری کر کے اسی روپے جسے ملے اسے اناسی روپے میں ایک کلو چینی اور ایک ڈبہ چائے کا ملا اور باقی ایک روپیہ بچا اب اس میں وہ کیا کھائے گا۔ کہاں سے کپڑے بنائے گا۔ کہاں سے بچوں کو پڑھائے گا۔ کل سے دوا خریدے گا۔ کس طرح زندگی گزارے گا؟ جب ملک میں یہ حال ہو کہ پریذیڈنٹ ہاؤس یا پرائم منسٹر ہاؤس جہاں صرف ایک آدمی رہتا ہے ایک مہینے کا پینتیس لاکھ روپے بل آتا ہے۔ وزیراعظم کا جو پرائم منسٹر ہاؤس ہے اس میں تین سو صرف مالی ہیں۔ ایک ہی بندے نے رہنا ہے ناں وہاں - وہ بھی اس ملک کا اسی زمین کا رہنے والا۔ ایک بندہ ہے فرشتہ نہیں ہے ایک انسان ہے اور مقابلتاً" دوسرا ایک انسان ہے سارا دن مزدوری کرنے کے بعد شام کے کھانے کے پیسے بھی اس کو نہیں بچتے۔

اس ظلم کو اور اس معاشی ناانصافی کو دور کرنے کا نام اسلام ہے۔ بیشک ذاتی کردار کی اصلاح بڑی بات ہے لیکن جب اجتماعی کردار ظلم میں ڈوب جاتے ہیں تو ذاتی کرداروں کی اصلاح ممکن نہیں رہتی۔ ایک پورا ٹرک یا پوری موٹر اگر کیچڑ میں ڈوب جائے اور آپ کہیں میں نے اس کا ایک پرزہ نکال کر صاف کر کے دھوپ میں رکھ دیا اس سے کیا فرق پڑے گا۔ آپ ایک بندے کو کہتے ہیں میں نے اس کی اصلاح کر دی کیا اصلاح کر دی۔ اصلاح کی ضرورت تو اس نظام کو ہے جو اگر کچھ بھی نہ دے تو کم از کم ملک کے ہر شہری کو زندہ رہنے کی سہولت تو دے۔ جو بھی اس زمین پر بستا ہے وہ اگر مسلمان نہیں ہے تو بھی اس حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے ساتھ عدل ہو' اسے انصاف دیا جائے' انصاف کہاں سے آئے؟ اگر تو ہمارا ایمان محمد ﷺ کے ساتھ ہے' قرآن کے ساتھ ہے' اسلام کے ساتھ ہے تو پھر عدل وہ ہے جو اسلام کہتا ہے اور اگر خلاف اسلام جو ہو رہا ہے اسے ہم عدل کہیں گے تو دو باتیں تو عدل نہیں ہو سکتیں دو میں سے ایک ظلم ہے یا جو غیر اسلامی نظام ہے وہ ظلم ہے اگر یہ ظلم نہیں ہے تو پھر اسلام کو ہم ظلم مانتے ہیں۔ دو میں سے ایک تو ظلم ہے ناں دونوں تو عدل نہیں ہو سکتے۔ تو اگر اسلام عدل ہے تو پھر قانون جو ہمارے ملک کا ہے' عدالتیں جو ہمارے ملک میں ہیں' نظام جو ہمارے ملک میں ہے' یہ ظلم ہے چونکہ خلاف اسلام ہے اور جہاں عدالت کے نام پر بھی عدل کے نام پر بھی ظلم کیا

جائے' اس سے بڑی بے حیائی کا کوئی تصور ہے۔

چودہ کروڑ مسلمانوں میں کسی میں ایسی غیرت ایمانی نہیں ہے کہ اس ظلم کو روکنے کے لئے میدان میں آئے۔ ظلم کرنا بری بات ہے لیکن ظلم سہنا اس سے بھی بری بات ہے۔ ظلم کرنا بہت برا ہے لیکن ظلم کا ساتھ دینا' ظلم کے مقابلے میں آواز بلند نہ کرنا' ظلم کو روکنے کے لئے میدان میں نہ آنا اس سے بری بات نہیں ہے؟ تو ہمارا حال یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس ظلم میں شریک بننے کو بے قرار ہے۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ جو لوٹ حکومت کی مچی ہوئی ہے اس میں سے مجھے بھی حصہ مل جائے۔ کوئی عہدہ مجھے بھی مل جائے۔ کوئی نمبرداری میرے حصے میں بھی آجائے۔ کوئی چودھراہٹ مجھے بھی مل جائے۔ کوئی ایم پی اے۔ ایم این اے بن کر بڑا خوش ہے' کوئی ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر بن کر بڑا خوش ہے اور کوئی ان کا چمچہ بن کر' ووٹ دے کر بڑا خوش ہے۔ میں نے بڑا تیر مارا اسے ووٹ دیا۔ اب یہ ہر مشکل میں میرے کام آئے گا۔ بھئی جب تم نے اپنے اپنے مشکل کشا ڈھونڈ لئے تو پھر اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے۔ یعنی ہر ایک کے اپنے اپنے حاجت روا بن گئے' مشکل کشا بھی بن گئے' عزت بھی تم انہی کے ہاں سے چاہتے ہو' جن کے اپنے پاس عزت نہیں ہے۔ انصاف تم وہاں سے لینے جاتے ہو جہاں ظلم بکتا ہے اور تم اس کے حصہ دار بنتے ہو۔ اندازہ کیجئے ہر سال ہم محرم میں بڑا شور کرتے ہیں شیعہ سنی سارے اس بات پر تو متفق ہیں کہ خانوادہ نبوت کے ساتھ کربلا میں بہت ظلم ہوا۔ اور واقعی بہت بڑا ظلم ہوا نبی ﷺ کی اولاد' آپ ﷺ کے نواسے' آپ ﷺ کے نواسے کی اولاد' آپ ﷺ کے جگر گوشے ظلماً" قتل کئے گئے۔ بڑی عجیب بات ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی' یہ بات عقل میں آتی نہیں جبکہ کوئی شخص کسی کو نبی اور رسول بھی مانتا ہو اور پھر وہ اس کی اولاد کی گردن بھی کاٹے' یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمارا تعلق عام لوگوں کے ساتھ ہے ہم اگر کسی کو پیر یا بزرگ یا نیک مانتے ہیں تو کیا ہم اس کے بیٹے قتل کر سکتے ہیں؟ اگر کسی کو ہم ولی اللہ سمجھتے ہیں تو کیا ہم اس کی اولاد کے ساتھ اس طرح کی غارت گری کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں کر سکتے تو واقعی اولاد رسول ﷺ تو قتل ہوئی اور جنہوں نے کی دعویٰ ان کا بھی یہ ہے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ "ہے کوئی بات سمجھ میں آنے والی؟" اسی طرح یہاں ایک یزید نہیں ہے یہاں گھر گھر یزید بیٹھا ہوا ہے۔ صرف حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل یزید نہیں ہے نبی ﷺ کے ایک ایک حکم کا قاتل یزید ہے۔ شمر صرف وہ نہیں ہے جس نے کربلا میں حسین کی گردن الگ کی بلکہ ہمارے ہر ایک کے اندر کتنے شمر بیٹھے ہوئے ہیں جو روزانہ سنت رسول ﷺ کو ذبح کرتے ہیں۔ ایک ایک بندے کے اندر کتنے کتنے شمر موجود ہیں جو روزانہ پیامبر ﷺ کو اپنی جان' اپنے گھر' اپنی آبرو' اپنے خاندان اور اپنی اولاد سے وہ احکام زیادہ عزیز ہیں۔ وہی احکام جو حضور ﷺ نے پہنچائے' ان احکام کے لئے حضور ﷺ نے اپنی جان پیش کی' شمشیر بکف ہو کر میدان میں اترے' ان کی تنفید کے لئے ان کے تحفظ کے لئے رخسار عالی زخمی کرائے' دندان مبارک شہید کرائے' اگر انہی احکام کو روزانہ ہم پامال کرتے ہیں تو یہاں تو ہر گھڑی کربلا ہے' ہر بازار کربلا ہے' ہر گھر کربلا بنا ہوا ہے۔ ہمارے پاس صرف اور صرف اختلاف ہے ہمارے پاس اسلام نہیں رہا۔

آج اذان پر' نماز پر' اختلاف ہے۔ آمین کہنے پر یا نہ کہنے پر اختلاف ہے۔ رفع یدین پر اختلاف ہے' وضو کے طریقے پر اختلاف ہے' جنازے پہ اختلاف ہے' وراثت پہ اختلاف ہے' کیا اسلام سارا اس اختلافات ہی کا نام ہے۔ اسلام نے تو دنیا سے اختلاف مٹا کر اتفاق عطا کیا تھا' لاقانونیت مٹا کر قانون عطا کیا تھا' ظلم مٹا کر عدل بخشا تھا اور جو روستم مٹا کر کرم بخشا تھا۔ آج آپ دیکھئے ہمارے پاس سوائے اختلاف کے کچھ بچا؟ یہ کیسی امت ہے جسے خود اپنے نبی ﷺ کی ذات پر اختلاف ہے۔ ہے نا عجیب بات۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس افراتفری میں آسمان سے پھول برسیں گے؟ نہیں بلکہ وبائیں آئیں گی' عزتیں لٹیں گی' خون بہے گا' بے سکونی ہو گی' بے اطمینانی ہو گی' ہر بندہ تڑپے گا اور تڑپنا چاہئے کسی کو امریکہ کی مدد پہ بھروسہ ہے اور کوئی چین کی طرف دیکھ رہا ہے' عجیب بات ہے' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کسی کی نگاہ نہیں اٹھتی' کوئی اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔ اس افراتفری میں خوش نصیب ہے وہ مسلمان جو عقائد کی فکر کرتا ہے' اپنے نظریات کو درست کرتا ہے' اس طرح ڈھالتا ہے اپنے نظریات کو جس طرح محمد ﷺ ڈھالنا چاہتے ہیں اور اپنے کردار کی فکر کرتا ہے۔ کم از کم جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مخلص ہے وہ اپنے آپ پر تو اسلام نافذ کر سکتا ہے' اپنی زندگی تو شریعت کے مطابق کر سکتا ہے' اپنے کردار کو تو نبی ﷺ کے حکم میں ڈھال سکتا ہے اور جو اپنے آپ پر اسلام نافذ نہیں کر سکتا اس سے یہ امید رکھی جائے کہ وہ ملک پر اسلام کے نفاذ میں مدد کرے گا' کیسے کرے گا؟

کیسے ممکن ہے؟ اور کتنی عجیب بات ہے کہ جس رسول ﷺ کے کرم کی گواہی قرآن دیتا ہے اس کریم رسول ﷺ کو ماننے کا دعویٰ کرنے والی چھپن حکومتیں اس کے دیئے ہوئے قانون کو نافذ نہیں کرنا چاہتیں۔ اور عجیب بات ہے جنہیں اپنے دینی علم کا دعویٰ ہے وہ بات ہی نہیں سمجھ رہے اور عام آدمی کو پتہ ہی نہیں کہ کرنا کیا ہے؟ ایک افراتفری مچی ہوئی ہے۔ اس طوفان بدتمیزی میں لوگ مرے جا رہے ہیں۔ بے چارے بے شعور' بے سدھ' بے سمجھ' ظلم کی چکی میں پستے ہوئے ساری عمر دوسروں کے لئے مزدوری کرتے رہتے ہیں۔ اب جس مزدور کی دن بھر کی مزدوری ایک کلو چینی اور ایک چائے کے ڈبے میں چلی گئی اسے اپنی ساری مزدوری کی وہ چائے پتی نہیں ملی کیونکہ ستر فیصد سے زیادہ ٹیکس میں چلے گئے اب اس ایک کلو چینی ہی کو لے لیجئے تو جس زمین سے گنا اگتا ہے اس زمین کا مالیہ دیا جاتا ہے' جہاں اسے پانی لگتا ہے وہاں آبیانہ دیا جاتا ہے' ٹریکٹر پہ ٹیکس ہے' ٹریکٹر کے تیل پہ ٹیکس ہے' اس کے ٹائروں پہ ٹیکس ہے' زراعت' کھاد پہ ٹیکس ہے' آپ کے بیج پہ ٹیکس ہے اور پھر آپ جب گنا لے کر جاتے ہیں لے جانے پہ ٹیکس ہے وہ جو شگر ملیں ہیں ان پر پچاس قسم کے ٹیکس ہیں پھر چینی بن کے نکلتی ہے تو عام آدمی تک پہنچتے تک' دس قسم کے مزید ٹیکس دے کر آتی ہے۔ کم از کم سو روپے میں ستر روپے ٹیکس ہوتا ہے۔ یہ ٹیکس کہاں جاتے ہیں؟ حکمران عیش کرتے ہیں' موج میلہ کرتے ہیں' بڑے لوگوں کے کام آتے ہیں' وہ ادھار لے کر کارخانے لگاتے ہیں پھر اپنا ادھار معاف کرا لیتے ہیں اور پھر غریب پر ایک اور ٹیکس لگ جاتا ہے تو لوگ اس ظالمانہ نظام میں زندگی کی گاڑی کھینچتے کھینچتے گرتے ہیں اور دم توڑ دیتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ہر آدمی کو یہ ہوش بھی ہو گا کہ قبر میں کوئی کیا پوچھے گا اور مجھے کیا جواب دینا ہے۔ اس کو تو ہوش ہی نہیں قبر میں جائے تو بندہ حیران ہو جاتا ہو گا 'میں کس مصیبت میں پھنس گیا' ساری زندگی تو اسے صبح سے شام تک مزدوری اور مشقت نہیں چھوڑتی اور پھر اس کا ایک وقت کا کھانا اس میں پورا نہیں ہوتا تو بے چارے لوگ' اللہ سب کو معاف کرے محض اسلام کے نام پر چپٹے ہوئے ہیں' ان غریبوں کو اسلام بھی کوئی نہیں بتاتا اور نہ انہیں سمجھ ہے' نہ شعور ہے۔ ہماری ان آبادیوں میں لوگ جو پانی پیتے ہیں دنیا کی کسی لیبارٹری میں اس پانی کو لے جاؤ وہ نہیں مانیں گے کہ کوئی اس پانی کو پی کر زندہ رہ سکتا ہے لوگ خوردبینوں سے اور باریک بین مشینوں سے جس میں جراثیم دیکھتے ہیں اور ہمارے ہاں ویسے ہی کیڑے تیرتے نظر آتے ہیں' بچیاں دوپٹے کے پلو سے پن رہی ہوتی ہیں اس سے زیادہ تو کوئی ان کے پاس اسے صاف کرنے کی مشین نہیں ہوتی اور بڑی بڑی صفائی یہ ہے کہ وہ دوپٹے کا پلو گھڑے کے گلے پہ رکھ کے پن لیتی ہیں۔ زندگی ہماری جنگلی جانوروں کی طرح ہو گئی ہے دن بھر آواروں کی طرح گھومتے رہیں جہاں کچھ کھانے کو مل جائے کھا لیں' شام ہو جائے تو لیٹ جائیں۔

حضرات گرامی! اس افراتفری میں ایمان کی فکر کیجئے' اپنا نظریہ درست کیجئے اور کم از کم اپنے کردار کو اس قابل کیجئے کہ اسے نسبت دی جاسکے محمد ﷺ کے احکام کے ساتھ اور ہم سب پر میرے سمیت ہم سب پر فرض ہے' یہ فرض عین ہے کہ ان چودہ کروڑ انسانوں کو ظلم کی اس چکی سے نجات دلائی جائے اور یہاں اسلام کا نفاذ کیا جائے اس سے نہ میں بری ہوں نہ آپ' نہ پیر صاحب' نہ مولوی صاحب' نہ کوئی مسلمان۔ جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے وہاں اسلام کی حکومت ہو۔ یہ تو کوئی تصور ہی قرآن میں نہیں ملتا کہ مسلمانوں کی حکومت غیر اسلامی طریقے سے ہو اور ہمارے دکھوں کا واحد علاج نفاذ اسلام ہے۔ اگر ملک پہ اسلام نافذ نہیں ہوتا تو یہ گوشہ نشین بھی سمجھ لیں کہ یہ کونے میں بیٹھ کر کی ہوئی عبادتیں بھی کسی کام نہیں آئیں گی اس لئے کہ عبادت کا تصور اس ہستی نے دیا ہے جس نے خود اپنا رخ عالی میدان میں ظلم کے خلاف زخمی کرایا ہے۔ حضور ﷺ گوشہ نشین نہیں ہوئے' ظلم کے مقابلے میں قیامت تک کے لئے جہاد فرض ہے' ہر مسلمان پر فرض ہے اور اپنے گھر سے ظلم دور کرنا دوسروں کی نسبت پہلے فرض ہے۔ اچھی بات ہے کابل میں جہاد ہو رہا ہے' لوگ یہاں سے کابل جاتے ہیں۔ کشمیر میں جہاد ہو رہا ہے' کشمیر جاتے ہیں لیکن یہاں کون جہاد کرے گا اپنے گھر آگ لگی ہوئی ہے' دوسروں کی بجھانے جاتے ہیں۔ کسی کے گھر کی آگ بجھانا اچھی بات ہے لیکن اگر اپنے گھر بھی آگ لگی ہو تو پہلے اپنی بجھانا پڑتی ہے تو اللہ کریم شعور دے مسلمانوں کو اور ہمت دے اور توفیق دے اللہ اس ملک کو قائم رکھے اور اس پر اسلام کو نافذ فرمائے (آمین)

دوسروں کی مصیبت پر خوش نہ ہونا

حضور ﷺ نے فرمایا "تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ اس پر رحم فرمائے گا (اور مصیبت ہٹا دے گا) اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا"۔

مسلمانوں کی حالت ابتر کیوں؟

تحریر۔ غیاث الدین جانباز

جب کبھی پرانے سیاسی ہمسفر ملتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ تجھے کیا ہوا' کس راہ پر چل پڑا ہے۔ اچھی بھلی باتیں کرتا تھا۔ ایک بڑی سیاسی پارٹی کے اہم لوگوں میں تیرا شمار ہوتا تھا۔ تیرا قومی سیاست میں ایک نام تھا۔ اب تیرے پاس کیا رہ گیا۔ میں ہنس کر دوستوں کو ٹال دیتا ہوں۔ گزشتہ دنوں لندن سے ایک دوست ملنے کے لئے تشریف لائے اور کچھ اسی قسم کی باتیں کیں۔ میں نے اس ترقی پسند دوست سے کہا کہ اللہ جل شانہ بہت کریم بہت رحیم ہے۔ وہ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو ایک لحہ میں راہ ہدایت دکھا دیتا ہے۔ تیس برس سوشلزم اور سیکولرازم کی سیاست میں گزارے' لیکن ایک لحہ کو بھی سکون میسر نہ آیا۔ میں تو استحصال اور ظلم کے خلاف جہد آزما تھا ان کی قیادت میں' جو استحصال کرتے تھے' ظلم کرتے تھے اور نعرے ظلم اور استحصال کے خاتمہ کے بلند کرتے تھے۔ میں جوں جوں اپنے قائدین اور ان کے فکر و فلسفہ پر غور کرتا تو طبیعت میں اضطراب' بے چینی اور بے سکونی کی لہریں اٹھتیں۔

ایک دن میرا بیٹا بازار سے سودا سلف لایا اور اخبار کا ایک صفحہ' جس میں سودا بندھا ہوا تھا' اٹھا کر پھینک دیا۔ میں نے یونہی اس کٹے پھٹے اخبار کو اٹھا کر دیکھنا شروع کیا تو اس پر سورہ "طہٰ" کی چند آیات کی تفسیر پر نظر پڑ گئی' جس میں بتایا گیا تھا کہ "میں شیطان سے بچنے کے لئے مسلسل ہدایات بھیجتا رہوں گا' نبی مبعوث کرتا رہوں گا' جو بھی میری ہدایات پر عمل پیرا ہوگا' میرے احکامات کی پیروی کرے گا' وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا' وہ کبھی پریشان حال اور بے سکون نہ ہوگا دنیا میں اور آخرت میں۔ لیکن جب کسی نے میری یاد بھلا دی' میرے احکامات پر عمل نہ کیا' میری عظمت کو فراموش کر دیا اور میرے جہان میں من مانی کی' اپنی پسند پر عمل پیرا ہوا' وہ سن لے' میں اس کے لئے جینا تنگ کر دوں گا وہ زندہ تو رہیگا لیکن مر مر کر جئے گا' وہ رسوا ہوتا رہے گا اس پر افلاس چھا جائے گا' معیشت تنگ ہو جائے گی' بدامنی کا شکار ہو جائے گا۔ جب میدان حشر میں اسے کھڑا کیا جائے گا تو میں اسے اندھا کر کے کھڑا کروں گا۔ اس وقت وہ چیخ کر پکارے گا کہ اے بار الٰہا دنیا میں تو میری آنکھیں تھیں لیکن آج تو نے مجھے اندھا کر کے کھڑا کر دیا۔ اللہ جواب دے گا دنیا میں تیری آنکھیں کب تھیں؟ تجھے میری عظمت نظر نہ آتی تھی' میرے احکامات' میری ہدایات نظر نہ آتی تھیں۔"

یہ تفسیر پڑھتے پڑھتے میری آنکھوں سے از خود آنسو جاری ہو گئے۔ یہ وہ لحہ سعید تھا' جس نے مجھے صراط مستقیم دکھا دی۔ میری پیشانی اور میرے قلب کی آنکھیں کھل گئیں اور میں کتنی دیر سوچتا رہا کہ انسانوں کے بنائے ہوئے نظام معیشت و سیاست و انصاف کا جھنڈا اٹھانے کے نتیجے میں ہی تو معیشت کا برا حال ہوا ہے۔ روزی تنگ ہوئی ہے' انصاف ناپید ہوا ہے۔ میں سوچتا رہا اور میری سوچ مجھے ملامت کرتی رہی کہ میں یہودیوں کے نظام معیشت میں سکون تلاش کرتا رہا۔ میں فرنگی کے نظام سیاست کو اسلام کے قریب ترین کہتا رہا۔ میں ظالموں کے سائے میں بیٹھا ظلم کے خلاف لڑ کر امن اور سکون کی تلاش میں رہا۔

مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا' جب سرہند شریف کے بازار میں اپنے جیسے بچوں کے ساتھ مل کر نعرے بلند کرتا تھا' پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ مجھے سرہند میں منعقد ہونے والے جلسوں کی تقریریں یاد آنے لگیں' جن میں مقررین کہتے تھے کہ پاکستان میں اللہ کا نظام ہوگا۔ کہاں گئے میرے نعرے اور کہاں گئے

مقررین کے وہ دعوے کہ پاکستان میں اسلام نافذ ہوگا اور میں پاکستانی عوام کی فلاح سوشلزم اور سیکولرازم میں تلاش کر رہا ہوں۔ بوسیدہ اور پھٹے پرانے اخبار نے میری سوشلزم اور سیکولرازم سے محبت ختم کر دی۔ میرے دل میں ٹھنڈک سی امنڈتی ہے' جب میں نفاذ اسلام کے لئے لکھتا ہوں' بولتا ہوں۔ جب پرانے ساتھی طعن و تشنیع کرتے ہیں تو میں راحت محسوس کرتا ہوں۔

لیکن کبھی کبھی میں بے چین ہو جاتا ہوں۔ جب یہ سوچتا ہوں کہ مسلمان قوم تو اللہ کی عظمت پر یقین رکھتی ہے' عاشق پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہے' تو پھر مسلمان کا حال ابتر کیوں ہے؟ لیکن "سورہ طہ" کی وہ آیات' جنہوں نے مجھے ہدایت بخشی' میری رہنمائی کر دیتی ہیں کہ اللہ کریم فرماتے ہیں مجھے تمہارے دعویٰ مسلمانی سے کوئی سروکار نہیں' میری عظمت کو ماننا ہے تو پھر میری ہدایات پر عمل کرو۔ تمہارے دعویٰ مسلمانی سے مہنگائی ختم نہیں ہوگی بلکہ یہودی نظام اقتصادیات کے اصول ترک کرنا پڑیں گے۔ مہنگائی ختم نہیں ہوگی بلکہ مزید بڑھے گی' جب تک موجودہ ٹیکس سسٹم کو اسلامائز نہیں کیا جاتا۔ آئی ایم ایف' ورلڈ بینک کے ٹیکسوں کے پیکج پر عمل کریں گے تو مہنگائی نے بڑھنا ہے۔ اللہ کے عطا کردہ ٹیکس پیکج پر عمل پیرا نہ ہوں گے تو یہ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کا اعلان ہے اور اللہ اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں پر رحمت کا نزول کیوں فرمائے گا۔

بینظیر بھٹو کے دونوں بار کے اقتدار میں بھی ٹیکس اور مہنگائی بڑھی۔ نواز شریف کے دونوں ادوار میں یہی کچھ ہوا۔ بینظیر نے سیلز ٹیکس عائد کرنے کا اعلان کیا تو نواز شریف نے اسے غنڈہ ٹیکس قرار دیا اور اس غنڈہ ٹیکس کو نواز شریف نے نافذ العمل کر دیا ہے' تو بینظیر تاجروں کے دل جیتنے کے لئے سیلز ٹیکس کو غنڈہ ٹیکس کہتی ہیں۔ یہ سیلز ٹیکس آئی ایم ایف کی دین ہے' جس پر کشکول گدائی اٹھانے والا ہر حکمران عمل کرنے کا پابند ہے۔ تاجر تنظیمیں احتجاج کرتی ہیں' لیکن یہ مطالبہ نہیں کرتیں کہ ٹیکس کا اسلامی سسٹم اختیار کیا جائے۔ تاجر کو بھی اسلامی ٹیکس سسٹم فٹ نہیں بیٹھتا کیونکہ اسلام فرد پر ٹیکس لاگو نہیں کرتا بلکہ مال و متاع پر ٹیکس لگاتا ہے۔ جبکہ تاجر' صنعتکار' جاگیردار اپنے مال میں سے ٹیکس ادا کرنے کو تیار نہیں' وہ بھی ہر ٹیکس صارفین پر منتقل کر دیتا ہے۔ ان طبقات کا اعتراض سسٹم پر نہیں بلکہ وصولی کے طریق کار پر ہے' جس میں انہیں حساب کتاب رکھنا پڑے گا اور انکم ٹیکس کے چکر میں پھنسنا ہوگا۔

آئی ایم ایف کا آقا امریکہ ہمیں بنیاد پرستی سے روکتا ہے یعنی نفاذ اسلام سے روکتا ہے۔ اسلام بنیاد پرست دین نہیں بلکہ قیامت آنے تک کے لئے انقلابی و ترقی پسند نظام ہے۔ ہم امریکہ سے تو نہیں کہتے کہ وہ نظام کو اپنے ملک میں نافذ کرے۔ اگر پاکستان میں کوئی اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے تو امریکہ کو کیوں اعتراض ہے؟ امریکہ کو اعتراض اس لئے ہے کہ اگر دنیا کے کسی ایک ملک میں اللہ کا نظام نافذ العمل ہو گیا تو ظلم اور استحصال مٹ جائے گا اور اس سے امریکہ اور مغربی دنیا کے عوام یہودیوں' نصرانیوں کے نظام کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کریں گے' اس لئے امریکہ پاکستان میں اسلام کے علمبرداروں کو بنیاد پرستی کا طعنہ دے کر نفاذ اسلام کو روک رہا ہے۔ پاکستان کے سیکولرسٹ اور سوشلسٹ' جو کبھی امریکہ دشمن تھے' اسلام دشمنی میں امریکہ دوست بن گئے ہیں۔ بے نظیر بھٹو سے نواز شریف تک سبھی حکمران طبقات کے لوگ اسی لئے بنیاد پرستوں کے خلاف امریکی نعرہ کے ہمنوا ہیں۔

دعائے مغفرت

فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی منور حسین کے والد قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

الاخوان کے ساتھی محمد اشرف مجاہد کے بھائی انتقال کر گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعا کی اپیل کی جاتی ہے

احترام آدمیت کی بحالی

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 99-6-25 دارالعرفان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیم کا عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم ○ (التوبہ 128)

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے جس طرح اس ذات کی حد نہیں اسی طرح اس کی صفات کی کوئی انتہا اور کوئی حد نہیں لیکن حصول رحمت کے لئے اللہ جل شانہ کو جاننا اس سے طلب کا سلیقہ اور طریقہ آنا اس سے مانگنا اس کی رحمت کو پانا یہ تو شرط ہے۔ اب آدمی 'اس دنیا کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا آدمی' انسانی خواہشات کی ظلمات میں غرق آدمی 'نفس کا اسیر اور شیطان کا گرفتار آدمی کس طرح سے اللہ کو جانے کس طرح سے اللہ کو پہچانے کس طریقے سے اس تک پہنچے۔ انسان مخلوق ہے اللہ خالق ہے انسان کی نظر اسے دیکھ نہیں پاتی انسان کی کوئی حس اسے محسوس نہیں کر سکتی تو انسان اتنی بلند پرواز خیال کہاں سے لائے اس کا معنی تو یہ ہوا کہ اس بدنصیب کو ایسے ہی چھوڑ دیا گیا دنیا میں بھٹکنے کے لئے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای باز مے گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

کہ عین سمندر کے درمیان ایک تختے پر باندھ کر ڈال دیا اور اب فرماتے ہو کہ کپڑے بھیگنے نہ پائیں ہوشیار رہنا۔

لیکن ایسا نہیں ہے اس نے انسانوں کو کبھی محروم نہیں رکھا۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ ہر قوم میں اللہ نے نبی مبعوث فرمائے۔ جب انسانیت بالغ ہوئی جوان ہوئی اپنے کمال کو پہنچی ایک ایسا وقت آنے والا تھا کہ ساری دنیا ایک ہو جانے والی تھی باعتبار علم کے باعتبار خبر کے جسے آپ کی موجودہ دنیا میں آپ گلوبل ویلج کہتے ہیں یہ چودہ سو سال بعد آکر گلوبل ویلج بنا اور اللہ نے چودہ سو سال پہلے وہ نبی اور وہ رسول ﷺ مبعوث فرما دیا جس نے ساری انسانیت کی بات کی۔ اب اگر دنیا میں مختلف انبیاء علیہم السلام ہوتے تو اللہ کی توحید کا عقیدہ تو ایک ہوتا لیکن ممکن ہے عبادات کے طریقوں میں فرق ہوتا جس طرح پہلی امتوں اور ہم میں فرق ہے۔ اب اگر دنیا کے ایک حصے کا آدمی دنیا کے دوسرے حصے میں جاتا' جہاں اس کے اپنے نبی کی حدود ختم ہو جاتیں تو پھر کیا وہ اگلے نبی کا دین سیکھتا' کیا کرتا؟ اس کریم نے دو باتیں بڑی عجیب کیں جو پہلے

نہیں ملتیں ایک تو یہ تھا کہ ہر نبی اللہ کی رحمت سے بندے کا رابطہ پیدا کرتا لیکن اس آخری نبی ﷺ کو اس کی ذات کو مجسم رحمت بنا دیا۔

وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین۔ آپ ﷺ کا وجود عالی جو ہے وہ ساری کائنات کے لئے رحمت ہے' یعنی رحمت جو ہے وہ انسانی روپ میں ڈھل گئی من انفسکم تمہاری جانوں میں سے تمہارے جیسا انسانیت میں سے۔ اب انسان اگر انسان کو بھی نہ پہچان سکے تو اس سے بڑی بدبختی کیا ہوگی اس کے لئے تو بہت بڑی عالی ظرفی چاہئے کہ انسان اللہ کو پہچانے۔ لیکن انسان اپنی جنس کو بھی اپنے جیسے انسان کو بھی نہ پہچان سکے تو یہ تو بہت بڑی بدبختی کی بات ہے۔ اب جو خوش نصیب تھے انہوں نے پہچانا مانا اور اتنی رحمتیں سمیٹیں کہ آپ ﷺ کی رحمت تقسیم کرنے والے بن گئے۔ نبی ﷺ کی ساری برکات باقی ساری دنیا کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہنچائیں۔ اللہ کا کلام نبی ﷺ سے صحابہ کرام نے سنا باقی ساری دنیا کو انہوں نے پہنچایا۔ نبی ﷺ کے ارشادات انہوں نے سنے باقی ساری دنیا کو انہوں نے پہنچائے۔ کچھ وہ بدنصیب بھی تھے

جنہوں نے نہیں پہچانا' مخالفت کی' تلواریں چلائیں' ہجرت پہ مجبور کیا' ظلم کئے روکنے کی کوشش کی کہ رحمت الٰہی کی تقسیم کو روک دیں۔ یہ عمل ان کا تھا لیکن حضور ﷺ مجسم رحمت الٰہی تھے' آپ ﷺ کی طرف سے انہیں بھی رحمتیں ملتی رہیں۔ جو ایمان سے متعلق تھیں جو ایمان نہ لائے ان سے محروم رہے لیکن جو انسانی ضرورتوں اور دنیوی حالات سے متعلق تھیں وہ انہیں بھی ملتی رہیں جنہوں نے حضور ﷺ کو تسلیم نہیں کیا۔ کلمہ نہیں پڑھا' اللہ کو رب نہیں مانا' نبی ﷺ کو نبی نہیں مانا' محروم وہ بھی نہ رہے ان کی گردنوں سے بھی جھوٹے خداؤں کا بوجھ اتار دیا گیا ان کی گردنوں سے بھی ظلم کے پھندے اتارے گئے انہیں بھی انسانی عزت و آبرو اور احترام نصیب ہوا ان کی جان مال آبرو کو بھی تحفظ نصیب ہوا یہ کیسی عجیب بات ہے۔

اسلام کا مقصد صرف یہ نہیں کہ لوگ نمازی بن جائیں اسلام تو رب کو ماننے یا نہ ماننے کی بھی چھٹی دیتا ہے کہ ماننا اس کا ہے جس کا دل چاہے اور وہ پہچان کر مانے ورنہ زبردستی نہ منایا جائے۔ نماز کی حیثیت یہ ہے کہ رب کریم کے ساتھ قریب ترین رشتہ ہے بندے کا اور نماز کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اللہ کے بندوں تک پہنچانے والا ہو نمازی دن میں پانچ دفعہ بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوتا ہے تو اگر وہ دوسروں کو کوئی ہوا کا ٹھنڈا جھونکا پہنچا نہیں سکتا تو خود اس کی ذات سے کسی کو ایذا نہیں ہونی چاہئے۔ تو حضور بنیادی بات تو یہ ہے بعثت نبوی علی صاحب الصلوۃ والسلام کی کہ احترام آدمیت بحال کیا جائے۔ جس قدر غزوات و سرایا عہد نبوی علیہ الصلوۃ والسلام میں ہوئے چھیاسی یا چوراسی جنگیں ہوئیں دس سالہ مدنی حیات طیبہ میں۔ عجیب بات ہے جب آپ نے اسلام زبردستی منوانا نہیں ہے تو آپ جہاد کس لئے کر رہے ہیں ظاہر ہے اسلام منوانے کے لئے' کلمہ پڑھوانے کے لئے تو جہاد کی ضرورت ہی نہیں ہے' اللہ نے اجازت ہی نہیں دی کہ کسی سے زبردستی منواؤ اس کے لئے جنگ کی کیا ضرورت ہے۔ سارے جہاد صرف اور صرف ظلم کو روکنے کے لئے ہوتے ہیں کہ ہر وہ بندہ جو اللہ کو مانتا ہے یا نہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لاتا ہے یا نہیں لیکن اللہ کا بندہ اللہ کی زمین پر دنیا داروں کے مظالم سے محفوظ ہو جائے اور اسے انسانی حقوق نصیب ہوں۔ وہ آزادی سے زندہ رہ سکے اس کے بچے تعلیم حاصل کر سکیں۔ اسے روزگار میسر ہو اس کی جان و مال آبرو محفوظ ہو وہ سوچے سمجھے پڑھے لکھے اور فیصلہ کرے رب کو مانتا ہے یا نہیں۔ مانے گا تو بھی' نہیں مانے گا تو بھی' اسے اللہ کے پاس واپس جانا ہے وہاں حساب ہوگا۔

ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہر سال میلاد مناتے ہیں جلوس نکالتے ہیں نعرے لگاتے ہیں چندے جمع کرتے ہیں اور بڑے موج میلے سے کھاتے ہیں ہمارا تو رواج ہو گیا ہے ایک پنجابی کی پرانی ضرب المثل تھی کہ

کوئی مرے کوئی جیے ستھرا گھول پتاسے پیئے

سندھ میں سیلاب آگیا چندہ کرو' چندہ کرو' چندہ کرو' کشمیر میں جنگ ہو گئی چندہ کرو' چندہ کرو' چندہ کرو۔ افغانستان میں جہاد ہو رہا ہے چندہ کرو' چندہ کرو' چندہ کرو' رواج ہو گیا ہے ہر بندہ چندہ ہی کر رہا ہے۔

میں ایک دفعہ نیویارک میں گزر رہا تھا ایک گلی سے تو ایک حبشی نے مجھے روکا اور اس کے پاس رسید بک تھی کہنے لگا افغانستان کے لئے چندہ دے دو۔ میں نے کہا تم مامے لگتے ہو افغانستان کے۔ تم افریقہ کے رہنے والے امریکہ میں دھکے کھا رہے ہو تمہیں کیا خبر میں شاید خود افغانستان کا رہنے والا ہوں تم کون ہو وہ مجھ سے بھی مانگ رہا تھا۔

یہاں ہی نہیں دنیا میں ایک عادت ہو گئی ہے اور یہ بڑا آسان روزگار مل گیا ہے لوگوں کو اور جس طرح ہمارے شیعہ ذاکرین شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر لاکھوں کماتے ہیں ایک شاعر نے کہا تھا کہ

خون حسین میں لقمے کو تر کرتا ہے تو

وہی حال ہمارے اہل سنت والجماعت نے عظمت رسالت کا بنا دیا ہے بات بات پہ چندہ کرو' دیگیں پکاؤ' کھاؤ پیو اور چلے جاؤ۔ لیکن حق یہ ہے کہ آج جو ملک نبی ﷺ کے کلمے کے نام پر بنا اس کا عالم یہ ہے کہ خود مسلمان کی جان و مال آبرو محفوظ نہیں ہے کیسی عجیب بات ہے کہ اس ملک میں' مسلمان کو تو

چھوڑو' اس ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات ہوتے ہیں اور تحفظ عظمت رسالت ﷺ کے لئے ایکشن کمیٹیاں بنتی ہیں۔ میں لاہور ایک جلسے میں تھا۔ تحفظ ناموس رسالت ایکشن کمیٹی نے بے شمار اکابرین کو انہوں نے جمع کرر کھا تھا۔ بہت جوش وجذبے سے باتیں بھی ہوئیں لیکن میں نے یہ سوال اٹھایا کہ مجھے یہ بتایا جائے کہ کیا ہم مسلمان ہیں' کیا یہ ملک مسلمانوں کا ہے؟ کیا حکمران مسلمان ہیں؟ حکومت مسلمانوں کی ہے؟ اگر ایسا ہے تو ناموس رسالت ﷺ کو خطرہ کس سے ہے۔ یعنی جس ملک میں نبی کی ناموس کے تحفظ کے لئے قانون سازی کی جائے اور پھر عجیب بات ہے ناموس رسالت ﷺ تحفظ ناموس رسالت کا قانون یہ ہے کہ کسی نبی کی شان میں کوئی گستاخی کرے وہ سزائے موت کا مستحق ہے۔ اب اس پہ یورپ کو امریکہ کو اعتراض ہے کہ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ جسے پھانسی کی سزا دی جانی چاہئے اس کا تحفظ ہو رہا ہے اور وہ ہستی ﷺ جو چودہ صدیوں سے کروڑوں انسانوں کی ناموس کا تحفظ فرمائے جس نے انسانوں کو ناموس سے آشنا کیا' جس نے بنی آدم علیہ السلام کو عزت و ناموس کا مفہوم بتایا اور تعلیم فرمایا اگر اس کی ناموس پہ کوئی گستاخی کی جرات کرے تو امریکہ کے نزدیک نبی ﷺ کا کوئی حق نہیں بنتا اور چوہڑے چماروں کا حق بنتا ہے۔ امریکہ تو جانے دیں' امریکہ کا تو حال ہی الگ ہے۔ امریکہ تو امریکہ ہے دنیا کا واحد ملک ہے جس کا کوئی شہری اس ملک کا باشندہ نہیں اور دنیا کا واحد ملک ہے جس میں اب اسی فیصد آبادی ایسی ہے جن کے باپ کا پتہ نہیں ہوتا۔ سرکاری کاغذوں میں فلاں ولد فلاں لکھنا منع ہے اس لئے کہ کسی کے باپ کا پتہ ہی نہیں باپ کا خانہ ہی سرکاری فارموں میں اب امریکہ میں نہیں ہوتا تو ایسے لوگوں سے کیا منہ لگنا۔

لیکن کوئی ان پاکستانی حکمرانوں سے پوچھے کہ جب یہ اقتدار سے محروم ہوتے ہیں تو کمر پر ہاتھ رکھ کر روتے ہیں اور پھر مسجد نبوی ﷺ میں جاکر آنسو بہاتے ہیں بیت اللہ کی چادریں پکڑ کر ٹسوتے بہاتے ہیں اور جب انہیں اقتدار مل جاتا ہے تو اب ہماری حکومت فرما رہی ہے کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا قانون تو نہیں بدلیں گے لیکن طریق کار میں پرچہ درج کرانے کے لئے کمیٹی بنائی جائے گی چونکہ سزا بڑی ہے ایک کمیٹی بنے گی جس میں ایک سرکاری نمائندہ ڈی سی ہوگا۔ پولیس کا ایک ایک نمائندہ ہوگا تو پہلے وہ جائزہ لیں گے کہ پولیس کو پرچہ درج کرنا چاہئے یا نہیں۔ اندازہ کیجئے قتل کی سزا بھی موت ہے جب آپ قتل کا پرچہ کسی کے خلاف درج کرانے جاتے ہیں تو کوئی کمیٹی بنتی ہے کوئی کمیٹی وہاں بیٹھی ہوتی ہے ایک آدمی ہی مرا نا پتہ نہیں چور تھا ڈاکو تھا' قاتل تھا بدکار تھا نیک تھا کیسا تھا ایک بندہ مر گیا پرچہ درج ہو جاتا ہے اور اگر گستاخی ہو شان رسالت ﷺ میں تو اس کمیٹی کے پاس جاؤ جس کے آدھے ممبر غیر مسلم ہیں آدھے سرکاری کتے ہیں۔ اور جو سفید پوش بھی ہوں گے وہ بھی سرکاری بھانڈ ہی ہوں گے ظاہر ہے سرکار کسی ایسے آدمی کو تو قبول نہیں کرے گی جو اس کی غلامی قبول نہیں کرتا خوشامدی ہی ہوں گے۔ یعنی قانون اگر بدلا نہیں جاسکتا تو اسے بے اثر کر دیا جائے۔ کتنی عجیب بات ہے جن لوگوں نے پاکستان کے لئے جانیں دیں' جن لوگوں نے آج تک تحفظ پاکستان کے لئے جانیں دیں' جن کے بیٹے اب بھی قربان ہو رہے ہیں کیا یہ سارے اس لئے قربانی دے رہے ہیں کہ اس ملک میں ناموس رسالت ﷺ کو بھی تحفظ حاصل نہ رہے۔ جب کہ اسلام یہ ہے کہ غیر مسلم کی آبرو بھی محفوظ رہے۔ ہم مسلمان کی جان ومال آبرو کو تحفظ نہ دے سکے اور ہم ناموس رسالت ﷺ کو بھی تحفظ دینے سے قاصر ہوگئے تو تف ہے' لعنت ہے ایسے ملک کی حکومت پر اور ایسے مسلمانوں پر۔ کیا یہی مسلمانی ہے؟ ملا کو بھی چندے سے فرصت نہیں ہے لوگوں کو آپس میں لڑانے سے فرصت نہیں ہے وہاں جی اس مسجد میں وہ صلوۃ پڑھتے ہیں وہ کافر ہیں اس مسجد میں نہیں پڑھتے یہ کافر ہیں جو پڑھتے ہیں وہ بھی کافر' جو نہیں پڑھتے وہ بھی کافر لیکن جو ناموس رسالت ﷺ کا قانون ہی مٹانے کے لئے نکلے

ہیں وہ کون ہیں؟ ہمارے مولوی نے تو فتویٰ دے دیا کہ جی یہ ٹی وی بھی حرام ہے اس کے ساتھ کی چیزیں بھی حرام ہیں لیکن کافروں نے انٹرنیٹ پر خود ذات نبی کریم ﷺ کے بارے جو بکواسات کئے ہیں کوئی شریف آدمی کسی بدترین انسان کو اس طرح کی گالیاں نہیں دے سکتا بلکہ کوئی بہت برا آدمی کسی بھی برے آدمی کے ساتھ بھی اس طرح کی بدکلامی نہیں کر سکتا لیکن کاش مولانا کو کمپیوٹر کھولنا اور پڑھنا آتا۔ کاش مولانا ان پر حرمت کے اور حرام ہونے کے فتوے لگانے کی بجائے اسے سیکھتے اور دیکھتے کہ دنیا کیا کہہ رہی ہے اور اس کا جواب دیتے اور پھر بڑے بڑے جغادری پہلوانوں سے ہم نے کہا کہ جی اس کا جواب دیجئے کسی کے پاس جواب نہیں تھا' ہاں جلوس نکالئے چندے کیجئے' دیگیں پکایئے اور پیٹ بھریئے یہ بڑا ضروری کام ہے۔ دوسروں کا مال جمع کر کے کھایئے جبکہ ملک کی آدھی آبادی بھوکی سوتی ہو آپ دیگیں کھایئے جب کہ ایک چوتھائی لوگ بغیر علاج کے مرجاتے ہوں آپ چندہ جمع کر کے کھایئے 'یار' کچھ خدا کا خوف کرو۔

اگر یہ ملک اور یہ قوم نبی ﷺ کے ناموس کو بھی خطرے میں دیکھ رہی ہے تو اس کے پاس باقی ہے کیا۔ اس کی بقا کا جواز کیا ہے کیوں اس ملک کو باقی رہنا چاہئے اور واقعی اگر یہاں ناموس رسالت ﷺ کو بھی خطرہ ہے تو ہمیں اس ملک سے کوئی دلچسپی نہیں ہے نہ اس کی بقا سے۔ یہ ملک تو عظمت رسالت ﷺ کا امین بنایا گیا ہے ہمیں کسی خطہ زمین سے کوئی محبت نہیں ہے یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ زمین ماں ہوتی ہے مسلمانوں کے لئے ساری زمین اللہ کی ہے۔

ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است

ہمارے اللہ کی زمین ہے ساری زمین ہماری ہے۔ ہمیں خطہ زمین سے نہیں' ہمیں انسان کے اس رویے سے محبت ہے جو محمد ﷺ کی غلامی پہ ناز کرتا ہے ہمیں انسانوں کے اس کلمے سے محبت ہے جو وہ پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ہمیں ان مسلمانوں کے ان سجدوں سے عشق ہے جو اللہ کی بارگاہ میں سر رکھ کر کرتے ہیں۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ یہ ساری باتوں کا مدار ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور اس کے قبول پر چونکہ ساری کی ساری رحمتیں سمٹ گئی ہیں ایک وجود اطہر ﷺ میں۔ ارے تیری میری ناموس ہے ایرے غیرے الف ب ج کی آبرو ہے ناموس ہے' عزت ہے' کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا کیا چودہ کروڑ مسلمانوں کا ملک ہے ۔ جس میں ناموس رسالت ﷺ کو خطرہ ہے اس کے لئے کمیٹی بناؤ جلوس نکالو ایسی بات نہیں ہے ناموس رسالت ﷺ کے لئے جو خطرہ بنتا ہے اس کی سادہ سی سزا ہے' اسے سزائے موت دی جائے بالکل سادہ سی سزا ہے اور اس پر نبی ﷺ نے اس طرح عمل کرایا محمد رسول اللہ ﷺ وہ عظیم حیثیت رکھتے ہیں کہ مکہ والوں نے آپ ﷺ کا جینا دوبھر کر دیا' آپ ﷺ کے غلاموں کا جینا دوبھر کر دیا۔ حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی غلامان رسالت ﷺ نے ہجرت فرمائی وہ کیسی عجیب ذات تھی کافروں کو بھی جب امانت رکھنا ہوتی تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس رکھتے۔ نبی نہیں مانتے تھے مخالفت کرتے تھے لڑتے تھے لیکن کہتے تھے اور کسی کے پاس رکھی واپس ملے یا نہ ملے ہم مانیں نہ مانیں لڑتے رہے ظلم کرتے رہے لیکن یہ ذات امین ہے ان کے پاس رکھیں گے یہاں سے ملے گی۔

مشرکین مکہ' کفار مکہ کے قبائل کے چنے ہوئے لوگ مکان کا محاصرہ کر کے کھڑے ہیں۔ رات ہے' تاریکی ہے' اللہ کا حکم ہوتا ہے میرے نبی ﷺ ہجرت فرماؤ۔ حضورؐ اجازت مانگتے رہے رب کریم میں ہجرت کر جاؤں فرمایا نہیں اور جب مشرکین نے ہر قبیلے کے اچھے تگڑے جوان چن کر رات پہرہ لگا دیا فرمایا اب چلے جاؤ۔ میں اس طرف نہیں جاتا میں آپ کو ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کی ذات کتنی امین ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں علی رضی اللہ عنہ میرے پاس کافروں کی امانتیں ہیں یہی جو مجھے قتل

کرنے کے لئے کھڑے ہیں انہی کی' ان کے رشتہ داروں کی' ان کے خاندان والوں کی امانتیں میرے پاس ہیں تم ہجرت نہیں کرو تم یہیں سو جاؤ صبح ہوگی میں انہیں نہیں مل سکوں گا تو یہ پریشان ہوں گے۔ انہیں فکر ہوگی ہماری امانتیں کہاں گئیں تم ایک ایک کی امانت اسے لوٹا کر چلے آنا۔ اب قاتلوں سے گلیاں بھری ہوئی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی چارپائی پہ راحت سے سو رہے ہیں جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر گئے انہیں خطرہ محسوس نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہا ہے صبح اٹھو گے بھی یہ امانتیں واپس بھی کرو گے میرے پاس مدینہ بھی آؤ گے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ کا ایمان ہے کہ مزے سے سو گئے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم دیکھو کہ کافر جو قتل کے درپے ہے ہجرت کا سبب بن رہا ہے اس کی امانت اسے لوٹائی جائے' جبکہ یہاں مسلمان کا مال چھیننے والے کھڑے ہیں کیا یہی دین مصطفیٰ ہے جس کے لئے آپ ہم سے جلوس نکلوانا چاہتے ہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کافروں کی امانتیں لوٹا رہا ہے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی یہودی کے بنک میں پیسے رکھے محفوظ ہیں ہندو کے پاس جمع کرائے محفوظ ہیں عیسائی کے پاس جمع کرائے محفوظ ہیں جن لوگوں نے پاکستان میں رکھے ہیں ان کے ضبط کر لئے گئے کیا یہی ریاست اسلامی ہے۔

مسلم لیگ نے بجا طور پر پاکستان بنایا اور بڑی محنت کی لیکن مسلم لیگ کیا یہ نہیں جانتی کہ مسلم لیگ کے کس نعرے پہ پاکستان بنا پاکستان کا مطلب کیا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس نعرے پہ لوگوں نے جانیں دیں اور جان بوجھ کر کشمیر کو معلق چھوڑ دیا گیا اس لئے کہ وہاں ساری آبادی مسلمانوں کی تھی چند پرسنٹ ہندو تھے پاکستان کا حصہ تھا جو اصول بنا تھا تقسیم کا اس کے اعتبار سے بھی پاکستان کا حصہ تھا حیدر آباد دکن پاکستان کا حصہ تھا جوناگڑھ پاکستان کا حصہ تھا وہاں فارمولا بھی غلط ہو گیا مسلمانوں کو رسوا کرنے کے لئے انگریز نے تقسیم کشمیر کو موخر کر دیا اب سوال یہ بنا کہ کشمیر کو جو راستہ جاتا ہے وہ تو پاکستان میں آگیا کشمیر کو تو دوسرا کوئی راستہ ہی نہیں پھر ریڈ کلف ایوارڈ بنا اور پھر سے باؤنڈر کا جائزہ لے کر گورداس پور کا ضلع پاکستان سے کاٹ کر ہندوستان کو کشمیر میں داخلے کا راستہ دیا گیا۔ جناب جرنل محمد ایوب خان صاحب' فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صاحب ان دنوں لیفٹیننٹ کرنل تھے اور جو پاکستان کی طرف سے ڈیلی گیشن تھا اس کے ممبر تھے انہوں نے قبول کیا تھا یہ راستہ دینا اور یہ علاقہ چھوڑنا۔ یہ عجیب ملک ہے جو اسے کاٹتا ہے اسے یہ حکومت دیتا ہے ایسا عجیب ملک ہے۔

کشمیر کا جھگڑا بن گیا اور باون سال ہو گئے ہاں مسلم لیگ نے پھر ایک کام کیا وہ میدان میں نہیں لے سکی تو یو این او میں گھسیٹ کر لے گئی بڑا شور کیا حتیٰ کہ نہرو کو بھی یہ بات ماننا پڑی یونائیٹڈ نیشن کو بھی یہ بات ماننا پڑی کہ کشمیر اہل کشمیر کا حصہ ہے اور انہیں حق ہے کہ وہ اپنی رائے سے اپنا راستہ منتخب کر لیں ان کا حق رائے دہی ان کے لئے تسلیم کیا جاتا ہے۔ باون سال سے حکومتیں بدلتی رہیں افراد بدلتے رہے لیکن مسلم لیگ کا یہ موقف نہیں بدلا کہ کشمیریوں کو ان کا حق رائے دہی دیا جائے بے شمار جانیں قربان ہوئیں بے شمار لوگ شہید ہوئے بے شمار مقابلے ہوئے آپ کی پینسٹھ کی لڑائی کا سبب بھی کشمیر ہی بنا اب جناب مسلم لیگ کی قیادت نے کہہ دیا یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہم باون سالہ موقف پہ قائم رہیں کوئی اور راستہ بھی ہو سکتا ہے ہمیں چھوڑ دو کشمیر کو چھوڑ دو مسلم لیگ والوں میں کوئی آدمی ایسا نہیں رہا' مسلم لیگ والوں میں کوئی ایسا انسان نہیں رہا جسے یہ شعور ہو کہ ان کی یہ قیادت کیا کہہ رہی ہے اور اس کا کیا مطلب ہے۔

الیس منکم رجل رشید۔ کیا کوئی اللہ کا بندہ اس پوری جماعت میں کوئی ایسا بندہ نہیں رہا جو اس غلیظ قیادت کو اٹھا کر پھینک دے اور عزیزان من اب یو این او آپ کو کشمیر میں رائے دہی کا اصول منوا کر نہیں دے گی اب نصف صدی بیت گئی زمانہ بدل گیا ہے آپ کو اگر اس ملک میں پاکستان میں بھی زندہ رہنا ہے تو اس کی حفاظت یا آپ کی قوت بازو سے ہوگی اور یا آپ کو کافروں کی غلامی قبول

کرنا ہوگی اور اب ہم کافروں کی غلامی میں جی رہے ہیں گزشتہ پچاس سال سے ہم آزاد نہیں ہیں اور نہ یہ ملک آزاد ہے یہ اپنی مرضی سے الیکشن نہیں کرا سکتا' اپنی مرضی سے فوجی افسر کو ترقی نہیں دے سکتا' یہ اپنی مرضی سے اپنا کوئی ڈیم اور پراجیکٹ شروع نہیں کر سکتا آزاد کس طرح سے ہے۔ اسے تو ہسپتال بنانے کے لئے امریکہ کی منظوری چاہئے اسے بندے بھرتی کرنے کے لئے امریکہ کی منظوری چاہئے۔ اسے تعلیم کے لئے سکول کھولنے کے لئے نصاب بنانے کے لئے غیر ملکی منظوری چاہئے کہاں آزاد ہے یہ۔ اسی غلامی کی لعنت کا یہ پھل ہے کہ آج وطن عزیز میں ناموس رسالت ﷺ خطرے میں ہے۔ جلوس نکالو لیکن یہ ذرا حال بھی دیکھ لو اپنے کردار کا اور اس کی تصویر بھی دیکھو۔

اب دو میں سے ایک صورت ہے یا چودہ کروڑ عوام اسی غلامی کو تہہ دل سے قبول کرلیں جو جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں نا' ان کے پیچھے بھی یہی سازش ہے۔ ہندوستان کی حکومت کی ضرورت ہے کہ ان کا الیکشن ملتوی ہو اور انہیں بندے خریدنے کا اور موقع مل جائے وہ گورنمنٹ میں بیٹھا ہے واجپائی اور اسے الیکشن لڑنا ہے ایک ووٹ پہ ہار گیا تھا اب وہ چاہتا ہے کہ زیادہ بندے خریدے اسے موقع مل جائے ان کی ضرورت یہ ہے کہ لوگوں کو اتنا ڈراؤ چار ہفتے تو ہوگئے ہیں ہمیں کانپتے جنگ ہو رہی ہے' تین چار ہفتے اور نکالیں گے لوگ خود ہی کہہ دیں گے یار دفع کرو کشمیر کو جو اس کا فیصلہ کرتے ہو کرو اور یہ جنگ ہم سے ٹل جائے۔ کتنی دیر برداشت کریں گے پتہ نہیں کتنے گاؤں خالی کرائے گئے لوگ ذلیل و رسوا ہوگئے انکی فصلیں تباہ ہوگئیں ان کے گھر اجڑ گئے کتنے لوگ شہید ہوئے کتنے مروا دیئے۔

ایک بات میری یاد رکھنا اگر اس دباؤ کی وجہ سے قوم نے کشمیر کی تقسیم کا فارمولا قبول نہ کیا تو واقعی لڑائی کا خطرہ بھی ہوگا اور امریکہ بہادر کہے گا کہ انہیں پڑاؤ انہیں مرواؤ۔ اور آپ کی حکومت آپ کو مروانے والی ہوگی جس طرح یحیٰی خان نے فوج لڑائی تھی۔ مشرقی پاکستان میں اس طرح آج کی حکومت یہاں لڑائے گی اور ہمیں مرنا اور رسوا ہونا ہوگا۔ اگر یہ رسوائی قبول نہیں ہے تو ان بکے ہوئے حکمرانوں کو تبدیل کردو حکومت آزاد لوگوں کو دو کوئی آزاد منش تلاش کرو جو خود بھی آزادی سے واقف ہو اور ہمیں بھی آزادی کا سانس لینا سکھا سکے۔ یہ تو سارے اس ملک کے لوگ ہی نہیں ہیں یہ تو یہاں کا پانی ہی نہیں پیتے باہر سے منگوا کر پیتے ہیں یہاں کا غلہ نہیں کھاتے ان کی تو ڈبل روٹیاں باہر سے آتی ہیں۔ یہ یہاں کپڑے نہیں دھلواتے ان کے کپڑے دھلنے کے لئے باہر کے ملکوں میں جاتے ہیں یہاں سے سرمایہ نکال نکال کر اپنا باہر کے ملکوں میں کارخانے لگا رہے ہیں یہ تو یہاں کے رہنے والے لوگ نہیں ہیں۔ برسراقتدار طبقہ جو ہے وہ اس ملک کا شہری رہنا نہیں چاہتا۔ چلو پہلے بات ہوتی تھی لوگ کہتے تھے جی بے نظیر وغیرہ پیسے باہر لے گئیں کم از کم میاں نواز شریف لوگ یہیں ملیں بناتے ہیں۔ میاں نواز شریف وغیرہ بھی یہاں سے کارخانے بند کرکے باہر لے جا رہے ہیں اس کے پاس بہت زیادہ تھے ان کے پاس کم اب انہوں نے اس سے زیادہ لوٹ لیا اب یہ بھی باہر لے جا رہے ہیں۔ تو ولادت باسعادت پیامبر ﷺ ہو یا عظمت رسالت ﷺ کی کوئی بات ہو اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جو پیارے نبی ﷺ کو نہیں مانتا اسے بھی انسانی حقوق دیئے جائیں اور جو آپ ﷺ کا غلام ہے اسے آپ ﷺ کی نسبت سے' آپ ﷺ کے حوالے سے عزت و احترام دیا جائے اگر احترام آدمیت ل نہیں ہے تو نہ مسلمانی پہ اعتبار ہے اور نہ وہ مسلمان حکومت کہلانے کی مستحق ہے اور نہ وہ ملک مسلمانوں کا ملک ہے۔

اللہ ہمیں شعور بھی دے اور ہمت بھی۔ انشاء اللہ یہ ملک رہے گا عظمت رسالت ﷺ رہے گی اور مسلمان رہیں گے اور انسان رہیں گے اور ان کو انسانی حقوق ملیں گے ان ظالموں کو جانا ہوگا اس ظلم کو جانا ہوگا۔

میاں اظہر سے ایک ملاقات

حکمران جماعت مسلم لیگ کے سربراہ نواز شریف اور ان کے بھائی شہباز شریف اور سابق گورنر پنجاب میاں محمد اظہر کے مابین کچھ عرصے سے جاری سرد جنگ اچانک شعلہ بار جنگ میں تبدیل ہوگئی جس کے شعلوں نے پہلے مرحلے میں دونوں فریقین کے درمیان تمام پردے جلا ڈالے اور اب دونوں طرف سے کھلم کھلا ایک دوسرے پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ 26 اگست کو میاں محمد اظہر کو مسلم لیگ پنجاب کے سینئر نائب صدر کے عہدے سے ہٹائے جانے کے بعد یہ محاذ آرائی شدت اختیار کر گئی۔ میاں محمد اظہر اور میاں برادران (نواز شریف' شہباز شریف) میں دوستی سے دشمنی تک کے سفر میں کئی نشیب و فراز آئے۔ گزرے ہوئے لمحات سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں محمد اظہر اور میاں برادران کبھی یک جان دو قالب تھے۔ نواز شریف کو جب اقتدار ملا تو انہوں نے آتے ہی میاں اظہر پر نوازشات کا سلسلہ شروع کر دیا بتانے والے بتاتے ہیں کہ یہ سب اس حسن سلوک کا نتیجہ تھا جو میاں اظہر کے والد نے کسی برے وقت میں "میاں شریف" سے کیا تھا۔ میاں اظہر کے والد کے میاں شریف کے ساتھ حسن سلوک کا اجر میاں اظہر کو فٹ بال فیڈریشن کے صدر سے لاہور کے لارڈ میئر اور پھر صوبے کی گورنری تک ملا۔ میاں اظہر اور نواز شریف فیملی کے درمیان تعلقات صدر غلام اسحاق خاں کے نواز شریف کو برطرف کرنے تک تو ٹھیک رہے۔ لیکن اس کے بعد دونوں طرف سے گلے شکوے اور شکایتیں جنم لیتی رہیں۔ نواز شریف کو میاں اظہر سے گلا تھا کہ جب صدر غلام اسحاق نے ان کی حکومت ختم کی تو اس وقت میاں محمد اظہر نے پنجاب کے گورنر کے عہدے سے ان کے مشورے کے بغیر ہی استعفیٰ دے دیا۔ اس استعفیٰ کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ نواز شریف کا خیال تھا کہ میاں محمد اظہر کو استعفیٰ نہیں دینا چاہئے تھا۔

ماضی میں کئی بار اور بھی تلخ لمحات آتے رہے' مخالفانہ بیان بازی کا طوفان اٹھا' ایک دوسرے پر دبے دبے الفاظ میں الزام تراشی کا سلسلہ بھی شروع ہوا' مگر کسی نہ کسی کی مداخلت سے حالات پر قابو پالیا گیا۔ مگر حالیہ بار جب میاں اظہر کو وزیر اعظم نواز شریف اور شہباز شریف کی طرف سے اپنی جماعت کے متوسط اور نچلے طبقے کے لئے کسی اچھے اقدام کی امید نہ رہی تو انہوں نے کھل کر کارکنوں کے حقوق کی آواز بلند کی۔ حکمران جماعت کے قائدین کو یہ بات پسند نہ آئی۔ شاید وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی پسند یا مرضی کے خلاف کوئی آواز اٹھائے۔ یہی وجہ تھی کہ میاں اظہر کو عام طبقے کے حقوق کا علم بلند کرنے کی پاداش میں مسلم لیگ پنجاب کے سینئر نائب صدر کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ آج کل میاں اظہر اور مسلم لیگ کی اعلیٰ قیادت میں اختلافات اور اس سے متعلق بحث کو میڈیا میں نمایاں کوریج دی جا رہی ہے۔ مسلم لیگ کے کارکنوں سمیت عام افراد بھی اس ایشو میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ سیاسی ماہرین' اہل قلم اور دانشور اس ایشو کو مختلف زاویوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس پر اپنی آراء لوگوں تک پہنچانے میں مصروف ہیں۔

ماہنامہ "المرشد" کے قارئین کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرنے اور مسلم لیگ میں بغاوت کے پس پردہ راز جاننے کے لئے مدیر "المرشد" محمد اسلم نے مورخہ 12 ستمبر 99ء کو لاہور کا دورہ کیا۔ میاں محمد اظہر کی رہائش گاہ برلب نہر پر فضا مقام پر ہے۔ چار کنال جگہ پر خوبصورت رہائشی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ مدیر "المرشد" محمد اسلم جب وہاں پہنچے تو گیٹ پر ملازم اور اندر گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک ملازم نے ان کے آنے کے اطلاع اندر پہنچائی' تھوڑی دیر بعد میاں اظہر اپنے کمرے سے مہمان خانے میں آگئے۔ انہوں نے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میاں اظہر ہشاش بشاش نظر آرہے تھے۔ سب مہمان خانے میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد چائے وغیرہ آگئی۔ اس دوران گفتگو بھی ہوتی رہی۔ میاں اظہر اپنی گفتگو کے دوران پہلو بدلتے رہے' کبھی دائیں طرف ٹیک لگاتے اور کبھی بائیں طرف۔ گفتگو کرتے ہوئے ان کا سر اور ہاتھ مسلسل حرکت کرتے رہے۔ شائد یہ ان کا سٹائل ہے یا کسی بے چینی کا مظہر۔ اس دوران وقفے وقفے سے مختلف شہروں سے فون آتے رہے۔ وہ ان کی بات سنتے اور جواب دیتے "اب میں پیچھے ہٹنے والا نہیں"۔ معلوم ہوتا تھا کہ لوگ انہیں کہہ رہے ہوں کہ "میاں صاحب ڈٹے رہیں' ہم آپ کے ساتھ ہیں"۔ میاں اظہر فون سننے کے ساتھ محو گفتگو بھی رہے ان سے تازہ ترین حالات کے حوالے سے جو گفتگو ہوئی وہ نذر قارئین ہے۔

(ادارہ)

محمد اسلم:۔ آپ کی حکمران پارٹی سے بغاوت کو اخبارات نے خاصی اہمیت دی ہے اور یہ مسئلہ حکمران جماعت کے خلاف ایشو بن گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ کے خلاف ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی؟

میاں اظہر:۔ میں جانتا ہوں کہ حکمران مجھے دبانے کے لئے میرے خلاف کارروائیاں کریں گے لیکن میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔ میرے بنک اکاؤنٹس کی چھان بین ہو رہی ہے۔ جائیداد اور اثاثوں کے بارے فائلیں تیار ہو رہی ہیں۔ میرے بھائی کی پتوکی شوگر ملز کو میرے ساتھ نتھی کرنے کے لئے جواز تلاش کئے جا رہے ہیں مگر میں ڈرنے والا نہیں کیونکہ میں نے کوئی کرپشن نہیں کی' ہمیشہ صاف ستھرا کاروبار کیا اور پورا ٹیکس ادا کیا ہے۔ اور ہر چیز ریکارڈ پر ہے۔ اس سے قبل بھی حکومتیں اور ایجنسیاں میرے بارے چھان بین کر کے تھک چکی ہیں اب پرانے دوست بھی اپنا شوق پورا کر لیں۔

محمد اسلم:۔ آپ پر پتوکی شوگر ملز خریدنے کا الزام ہے؟

میاں اظہر:۔ وہ میرے بھائی میاں اشرف نے اوپن نیلامی میں خریدی ہے۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

محمد اسلم:۔ آپ کو بہت فون آ رہے ہیں' لوگ ملنے بھی آ رہے ہیں۔ وہ یقیناً پوچھتے ہوں گے کہ میاں نواز شریف سے آپ کے اصل اختلافات کیا ہیں؟

میاں اظہر:۔ اصل بات وہی ہے جو میں سب کو بتا رہا ہوں۔ نواز شریف نے برسراقتدار آنے سے پہلے مسلم لیگی کارکنوں سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے حقوق دیئے جائیں گے۔ بے روزگاروں کو روزگار ملے گا' عام لوگوں کے مسائل حل ہوں گے مگر اڑھائی برس گزرنے کے بعد ان میں سے کوئی وعدہ بھی پورا نہیں ہوا۔ مسلم لیگ کے لئے قربانیاں دینے والے خوار ہو رہے ہیں۔ ان کی کہیں شنوائی نہیں ہوتی۔ لوگ درخواستیں لئے در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں' انہیں کہیں سے انصاف نہیں ملتا۔ جبکہ مفاد پرست ٹولہ نواز شریف اور شہباز شریف کو سب اچھا کی رپورٹ دیکر موجیں کر رہا ہے۔ دراصل وزیراعظم نواز شریف تمام اختیارات اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں اور ان کی اولین خواہش ہوتی ہے کہ جو بھی کام ہو صرف ان کی پسند کے مطابق ہو چاہے اس سے ملکی مفادات کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے۔ گزشتہ اڑھائی برسوں میں یہی کچھ ہوا۔ میاں صاحب نے اپنے پسندیدہ لوگوں کو تو خوب نوازا مگر مسلم لیگ کے لئے قربانیاں دینے والوں کو نظرانداز کر دیا گیا۔ اس سے پہلے جب میں نے ان باتوں کی نشاندہی کی تو خوب شور مچا۔ "نوائے وقت" کے ایڈیٹر مجید نظامی صاحب کے کہنے پر میں خاموش ہو گیا۔ تب نواز شریف نے وعدہ کیا تھا کہ اب ورکروں کے مسائل حل ہوں گے اور بے روزگاروں کو نوکریاں ملیں گی مگر تاحال ان کا یہ وعدہ بھی پورا نہ ہوا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد انہوں نے پھر کاسہ لیسوں کی باتوں میں آ کر ورکروں کو نظرانداز کر دیا۔ اب حالات برداشت سے باہر ہو گئے تھے اس لئے میں نے کھل کر میدان میں آنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے ملک بھر کے مسلم لیگی کارکنوں اور مخلص قائدین کی حمایت حاصل ہے۔ اب میں پیچھے ہٹنے والا نہیں' کارکنوں کے حقوق کے لئے جنگ جاری رکھوں گا۔

محمد اسلم:۔ باہر جو مرسڈیز گاڑی کھڑی ہے' آپ نے اپنی گورنری کے دور میں ڈیوٹی فری منگوائی تھی دوسرے لوگوں کی طرح آپ نے فروخت کیوں نہیں کی؟

میاں اظہر:۔ اس طرح کی گاڑیاں اور بھی بہت سے افراد نے منگوائی تھیں' مگر انہوں نے بعد میں بھاری منافع کمانے کے لئے مارکیٹ میں فروخت کر دیں۔ اس وقت دو افراد ہی ایسے ہیں جنہوں نے استعمال کے لئے رکھی ہوئی ہیں ایک میں اور دوسرے غلام اسحاق خاں۔ میں نے یہ گاڑی منافع کمانے کے لئے نہیں منگوائی تھی بلکہ استعمال کے لئے منگوائی تھی' اسی لئے اب تک اسے استعمال کر رہا ہوں۔

محمد اسلم:۔ آپ واقعی سمجھتے ہیں کہ نواز شریف کی نااہلیت کی وجہ سے ملک بحرانوں کی زد میں ہے؟

میاں اظہر:۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ وزیراعظم ملک میں اپنی پسند کے علاوہ کوئی کام نہیں ہونے دیتے۔ ان کی اسی خواہش نے ملک کو کئی بار بحران کا شکار کیا۔ پہلے عدالتوں کے ساتھ "پنگا" لیا اور جسٹس سجاد شاہ کے ساتھ الجھتے رہے۔ ابھی وہ معاملہ ٹھنڈا ہوا تھا کہ انہوں نے صدر لغاری سے ساتھ محاذ آرائی شروع کر دی۔ اسی طرح انہوں نے حساس ترین ادارے پاک فوج کے سربراہ جنرل جہانگیر کرامت ساتھ بھی الجھنے سے گریز نہیں کیا۔ ان تمام واقعات کی وجہ سے پاکستان کو بہت نقصان ہوا۔ بار بار حالات خراب ہونے کی وجہ سے دوسرے ممالک کا پاکستان سے اعتبار اٹھنا شروع ہو گیا۔

محمد اسلم:۔ میاں صاحب! آپ کارکنوں کی حق تلفی کی تو بات کر رہے ہیں' عام آدمی کے لئے آپ کے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟

میاں اظہر:۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اصلاح کا آغاز اپنے گھر سے کرنا چاہئے۔ جس جماعت کے کارکنوں کے مسائل ہی حل نہ ہوں وہ جماعت ملک و قوم کے مسائل کیسے حل کر سکتی ہے۔ یہی بات میں شہر' شہر' قریہ' قریہ جا کر لوگوں کو بتاؤں گا اور انہیں حکمرانوں کا اصل چہرہ دکھاؤں گا۔ بہت جلد میں ملک گیر رابطہ مہم شروع کروں گا۔ میرے پاس پورے ملک کے لوگ آ رہے ہیں اور اپنے علاقوں میں وزٹ کی دعوتیں دے رہے ہیں' مگر میں چاہتا ہوں کہ ٹھوس منصوبہ بندی اور عوام کی فلاح و بہبود کا مکمل پیکج لیکر نکلوں تاکہ لوگوں کو بتا سکوں کہ ان کے حقوق کون غصب کر رہا ہے اور انہیں کس کس طرح دھوکہ دیا جاتا ہے۔ میں لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں جو جماعت اپنے کارکنوں کو ان کے حقوق نہیں دے سکتی وہ عام آدمی کو کیا دے گی۔

محمد اسلم:۔ کیا قومی سطح پر اور صوبائی سطح پر آپ کا

دوسرے سیاسی رہنماؤں سے رابطہ ہے؟

میاں اظہر:۔ ملک کے کئی سیاسی رہنماؤں نے مجھ سے رابطہ کیا ہے۔ جن میں پیر پگاڑا' مولانا محمد اکرم اعوان' عمران خان' نوابزادہ نصراللہ' طاہر القادری اور کئی دوسرے شامل ہیں۔ ان رہنماؤں کی طرف سے مختلف تجاویز آئی ہیں جن پر میں سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ روزانہ کئی رہنماؤں کے فون آتے ہیں۔ مجھے سب سے زیادہ حوصلہ کارکنوں کی محبت اور ان کا جوش دیکھ کر ملا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد ناراض حکومتی ارکان بھی مجھ سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔

محمد اسلم:۔ سنا ہے کہ بلوچستان کے صوبائی وزیر سرور کاکڑ کو آپ سے رابطہ کرنے کی پاداش میں برطرف کیا گیا؟

میاں اظہر:۔ اس بارے میں سب جانتے ہیں۔ مسلم لیگ کے قائدین کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ کوئی ان کی اجازت کے بغیر ایک لفظ بھی کہے انہیں کاکڑ کا میرے ساتھ ملنا بھی اچھا نہ لگا۔ لیکن وہ کتنی دیر تک کتنے لوگوں کو روکے رکھیں گے اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہے جو جلد پھٹ پڑے گا۔ پھر نادان دوستوں کو اپنی غلطیوں کا اندازہ ہوگا۔

محمد اسلم:۔ کیا ان ہاؤس تبدیلی کا امکان ہے؟

میاں اظہر:۔ ان ہاؤس تبدیلی کے لئے 217 ارکان کی پارلیمنٹ میں 109 ارکان کی حمایت حاصل کرنا ہوگی جبکہ 54 ارکان پہلے ہی اپوزیشن میں ہیں۔ ہمیں مزید 55 ارکان کی حمایت چاہئے اس کے لئے کئی لیگی ارکان جو حکومت کی پالیسوں سے نالاں ہیں مجھ سے رابطے میں ہیں وقت آنے پر ہم کوئی مناسب فیصلہ کریں گے۔ میں جلد بازی اور جذباتی انداز میں کوئی ایسا اقدام نہیں اٹھانا چاہتا جس سے بعد میں فائدہ نہ ہو۔ ان ہاؤس تبدیلی کے لئے جو لوگ میرے پاس آئے ہیں' انہیں بھی یہی مشورہ دیا ہے کہ حالات اور وقت کے مطابق ہی کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

محمد اسلم:۔ پیر پگاڑا کہہ رہے ہیں کہ وزیر اعلیٰ شہباز شریف وزیر اعظم بننے کے لئے رابطے کر رہا ہے' کیا دونوں بھائیوں میں کوئی اختلاف ہے؟

میاں اظہر:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شہباز شریف Over Ambitious ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی میاں نواز شریف کی اہلیہ بیگم کلثوم اور ان کے صاحبزادے حسین نواز سے بول چال بند ہے۔ باقی رہی بات کہ مولانا اجمل قادری نے پیر پگاڑا سے شہباز شریف کو وزیر اعظم بنانے کی بات کہی یا نہیں۔ اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

محمد اسلم:۔ سنا ہے کہ نواز شریف فیملی نے آپ کے ساتھ دوبارہ صلح کرنے کی کوشش کی؟

میاں اظہر:۔ اس بار بھی مجید نظامی صاحب کے ذریعے کوشش کی گئی۔ میں نے ان کو کہہ دیا تھا کہ پچھلی بار آپ کی بات مان لی مگر مجھے کیا ملا' کارکن بددل ہیں' نواز شریف نے کوئی وعدہ پورا نہیں کیا۔ اب مجید نظامی صاحب سے معذرت کرلی جس پر نظامی صاحب نے کہا ہاں' تمہارا موقف درست ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ سجاد شاہ' لغاری اور جہانگیر کرامت کے بحران بھی نواز شریف کی غلطیوں کی وجہ سے پیدا ہوئے' یہ سن کر نظامی صاحب خاموش ہوگئے۔

محمد اسلم:۔ آپ سے اختلافات کے بعد وزیر اعظم نے لاہور کی طرف توجہ شروع کردی ہے۔

میاں اظہر:۔ ہاں' آپ سب نے دیکھا کہ میری وجہ سے بھاری مینڈیٹ کے حامل وزیر اعظم کو سنت نگر میں ایک سکول کی افتتاحی تقریب میں آنا پڑا۔ میرا خیال ہے یہ میری کامیابی ہے کہ جو وزیر اعظم عام طبقے کو مسلسل نظرانداز کر رہا تھا وہ ایک پسماندہ علاقے میں آنے پر مجبور ہو گیا۔ مگر وزیر اعظم کے اس دورے کا مقصد حلقے کے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ حکمران اپنے داغ دھونے کے لئے "گونگوؤں سے مٹی جھاڑنے" کی کوشش کر رہے ہیں۔

محمد اسلم:۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ موجودہ نظام کے ہوتے ہوئے ہمارے مسائل حل ہوں گے؟

میاں اظہر:۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ موجودہ نظام میں ایسے لوگوں کو آگے لائیں جو دیانت دار اور ایماندار ہوں۔ پھر وہی لوگ نظام کی اصلاح کریں اور لوگوں کے مسائل بھی حل کریں اور پھر مناسب حالات میں نظام کی تبدیلی بھی وہی لوگ کرسکتے ہیں۔

محمد اسلم:۔ حالیہ ملاقات میں تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان سے آپ کی کیا بات ہوئی؟

میاں اظہر:۔ میں نے مولانا اکرم اعوان کو عام لوگوں سے ہٹ کر پایا وہ مولوی بالکل نہیں لگتے۔ ان کے خیالات اور علم بہت وسیع ہے ہر بات کو گہرائی سے دیکھتے ہیں اور کھلی بات کرنے کے عادی ہیں مجھے ان کی عادات اور شخصیت نے بہت متاثر کیا ہے۔ انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں مسلم لیگ میں الگ دھڑا بنا کر اپنی جدوجہد جاری رکھوں اور اس سلسلہ میں تنظیم الاخوان کے تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی ہے۔ ان کی صاف صاف باتوں سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔

محمد اسلم:۔ پیر پگاڑا نے کہا کہ وزیر اعظم کے لئے میاں اظہر میرا امیدوار ہے' کیا اسی طرح ہے؟

میاں اظہر:۔ وہ تو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہتے ہیں ویسے میں تو ہر مظلوم پاکستانی کا امیدوار ہوں اور لوگ اسی لئے جوق درجوق میرے پاس آرہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں یہ یہ فرد ہمارا حق دلا سکتا ہے۔ پھر بھی آپ کہتے ہیں پیر صاحب کی بات درست ہے تو انہوں نے ٹھیک ہی کہا ہوگا۔

گفتگو کے دوران معروف کالم نگار ہارون الرشید اور حسن نثار بھی آگئے۔ ہم کافی تفصیل سے بات چیت کر چکے تھے۔ ہم نے میاں اظہر کو ہارون الرشید اور حسن نثار کے حوالے کیا اور خود اجازت چاہی یوں میاں اظہر سے ایک تفصیلی نشست اختتام پذیر ہوئی۔

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان

مورخہ 99-6-11 دار العرفان منارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

سچائی' راستی اور صداقت کے بے شمار دلائل اہل علم نے جمع فرمائے ہیں۔ سچائی کیا ہے اور صداقت کسے کہتے ہیں۔ اس پر دنیا میں ہر مکتب فکر نے اپنی اپنی طرز پر دلائل جمع کئے ہیں لیکن ایک بہت بڑی دلیل انسان کا اپنا دل بھی ہے۔ اور یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ قلب انسانی سچائی کے علاوہ کسی بات پر مطمئن نہیں ہوتا۔ انسان دولت جمع کر سکتا ہے' دولت سے دنیا کے عیش و عشرت خرید سکتا ہے' حکومت و اقتدار حاصل کر سکتا ہے' بے شمار طرز کی مذہبی رسومات ایجاد کر سکتا ہے' یہ ممکن ہے کہ لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لے لوگوں سے مال و زر جمع کر لے' یہ سارے کام ممکن ہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ بغیر صداقت کے' بغیر حق کے' بغیر سچائی کے دل میں اطمینان بھی آجائے۔

آج دنیا کی بڑی طاقت ور اور اقتدار پر قابض قومیں جو ہیں انہیں دیکھو تو ان کے افراد پریشان حال ہیں۔ دنیا کی حکومتوں کی ساری قوتیں نشہ آور ادویات کو روکنے میں لگی ہیں اور نشہ آور ادویات ہیں کہ بڑھتی ہی جارہی ہیں۔ نشے بڑھتے جارہے ہیں لوگ اس میں کثرت سے ملوث ہوتے جارہے ہیں۔ نشے کا ایک بہت بڑا محرک یہ ہے کہ یہ انسانی ذہن کو ماؤف کر دیتا ہے۔ کچھ دیر کے لئے انسانی ذہن اپنے حالات' گردو پیش اور یادیں بھول جاتا ہے۔ چونکہ اس کے گردو پیش کے احوال ایسے ہوتے ہیں اس کی یادیں ایسی ہوتی ہیں جو اسے پریشان کرتی ہیں وہ ان سے چھٹکارا پانے کے لئے یا یوں کہیے کہ چند لمحے سکون حاصل کرنے کے لئے وہ نشہ کرتا ہے۔ اب نشہ ایسی کیفیت تو ہے نہیں کہ وہ دائمی ہو علاوہ ازیں یہ اس کے اعضاء وجوارح کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اعصابی نظام کو تباہ کرتا ہے اور جب نشہ ختم ہوتا ہے' ٹوٹ پھوٹ تو الگ ہوتی ہے لیکن وہ یادیں پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ چونکہ اس کا دفاعی نظام نشے کی وجہ سے کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے چنانچہ وہ پھر نشہ کرتا ہے اور پھر پہلے کی نسبت اس کی مقدار اسے بڑھانا پڑتی ہے۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ لوگ نشہ کرتے کرتے پاگل ہو جاتے ہیں یا مرجاتے ہیں' تباہ ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بے شمار علاج کئے جاتے ہیں۔ پیسہ اور سرمایہ صرف کیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی طور پر ادارے ترتیب دیئے جارہے ہیں لیکن جب تک وہ وجہ ختم نہ ہو جو لوگوں کو نشے پر مجبور کرتی ہے' کوئی بھی طاقت انہیں اس سے روک نہیں سکتی۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ دولت زیادہ ہوگی تو سکون ہوگا۔ لہٰذا رشوت سے' چوری سے' ڈاکے سے مال و زر جمع کرتے ہیں۔ ایسے مال کے ساتھ بے شمار پریشانیاں در آتی ہیں لیکن سکون پھر بھی نصیب نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم نے اس کا جواب بڑا آسان اور بڑا خوبصورت دیا ہے۔

فرمایا یہ جو سکون قلب ہے' اطمینان قلب ہے' اس کو حاصل کرنے کا دنیا میں صرف ایک ہی ذریعہ ہے وہ اللہ کا ذکر ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنی خوب اچھی طرح سن لو' یہ بڑی واضح' روشن اور پکی بات ہے کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتا ہے۔

نبی ﷺ بعثت سے پہلے غار حرا میں تشریف لے جاتے اور مہینوں وہاں تشریف فرما رہتے۔ پینے کے لئے پانی یا ستو وغیرہ اور کھانے کے لئے کچھ چیزیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس زمانے میں کیونکہ بیت اللہ کے گرد کوئی مسجد نہ تھی' شہر بھی کوئی بہت بڑا نہ تھا اس لئے غار حرا سے بیت اللہ شریف نظر آتا تھا۔ آج کل بھی وہاں بیٹھ کر دیکھا جائے تو شہر کی عمارتیں اور مسجد حرم بھی نظر آتی ہے بیت اللہ شریف چونکہ درمیان میں ہے اور کئی منزلہ مسجد ارد گرد ہے تو مسجد نظر آتی ہے خانہ کعبہ نظر نہیں آتا۔ اس زمانے میں تو نہ یہ مسجد تھی نہ کوئی

دیوار تھی' بیت اللہ شریف کے گرد نہ اتنی کثیر آبادی تھی' قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے۔

ووجدک ضالا فھدی۔ ہم نے آپ ﷺ کو متلاشی پایا' متجس پایا' طلب میں سرگرداں پایا اور ہدایت نصیب فرمادی' نبوت عطا کردی۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ نبوت تو حضور ﷺ کو اور تمام انبیا علیہ السلام کو اللہ نے ازل سے ہی عطا کردی تھی اور نبی منتخب فرمالئے تھے بلکہ یوم الست کو انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام سے عہد لئے گئے لیکن پیدا ہونے سے' بالغ ہونے سے مبعوث ہونے تک جو کیفیت ایک نبی اور رسول پر ہوتی ہے وہ اس طرح کی ہوتی ہے جس طرح کلی کو پھول بننے کے لئے ایک بے قراری ہوتی ہے۔ اس میں اضطراب اٹھتا ہے' اس میں ایک بے قراری پیدا ہوتی ہے' اس میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ چٹک جاتی ہے۔ چٹک کر پھٹ کر غنچہ بن جاتا ہے پھر وہ غنچہ جب پھیلنے لگتا ہے تو پھول بن جاتا ہے۔ وہ اضطراب جو کلی کو پھول بننے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ ازل سے وہ پھول ہے اسے پھول بننا ہے کلی کی صورت میں اس کی نمو ہوئی اب اسے پھول بننا ہے پھول بننے کا جو عمل ہے اس کی ایک کیفیت اس کا اضطرار اس میں موجود ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے اللہ کا رسول ہادی برحق آخری نبی مبعوث ہونا ہے لیکن بلوغت سے لیکر بعثت تک کا جو عرصہ ہے اس میں اضطراب موجود ہے' وہ بے کلی موجود ہے' وہ کیفیت موجودہ ہے جو براہ راست احکام الہی کو وصول کرنا چاہتی ہے۔ جو براہ راست احکام الہی' مخلوق الہی تک پہنچانا چاہتی ہے۔ وہ جو اس منصب جلیلہ پہ حضور ﷺ کو روشن دمکتا ہوا' دیکھنا چاہتی ہے تو اس اضطراب کو رب العلمین فرماتے ہیں

ووجدک ضالا ہم نے آپ ﷺ کو متجس پایا' اس میں پریشان حال پایا' اس کے لئے بے قرار و بے تاب پایا۔ اب اس بے قراری' اس اضطراب اور اس بے چینی میں کیا کرتے تھے حضور اکرم ﷺ وہ لوگوں سے الگ' آبادی سے الگ' حرا میں گوشہ نشیں ہو کر' معتکف ہو کر اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ تنہائی میں تمام کائنات سے کٹ کر' تمام لوگوں سے ہٹ کر' اللہ اللہ کرتے تھے۔

جب ذکر کے بارے بات ہوتی ہے تو میں نے بعض حضرات سے یہ بھی سنا کہ جی وہ تو بعثت سے پہلے کی بات ہے' وہ تو کوئی دلیل نہیں حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی پوری زندگی دلیل ہے اس کی اور قبل بعثت بھی آپ ﷺ کا کردار ایسا نہیں رہا جو دلیل نہ ہو بلکہ قبل بعثت کے کردار کو قرآن نے آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ نے کفار مکہ سے فرمایا کہ میں نے تم میں ایک عمر بسر کی ہے تم میری چالیس سالہ زندگی سے واقف ہو کیا وہ اس بات پہ دلالت نہیں کرتی کہ میں جو کہتا ہوں' سچ کہتا ہوں' وہ حق کہتا ہوں۔ قرآن کریم نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی قسم کھائی۔

ولعمرک آپ ﷺ کی زندگانی کی قسم بھلا قبل بعثت کی زندگی کیسے دلیل نہیں ہے بہت بڑی دلیل ہے خود نبوت کی دلیل کے طور پر آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے تم میں ایک عمر بسر کی ہے"۔ قرآن حکیم نے قبل بعثت کی عمر کو بعثت پر اور نبوت پر دلیل کے طور پر پیش کیا ہے لیکن اس کے بعد بھی کیا نبی مبعوث ہو جانے کے بعد' دل نے وہ اپنی منزل پالی۔ اللہ جل شانہ کی کوئی حد نہیں ہے' لا محدود ہے' اس کے قرب کی بھی کوئی حد نہیں ہے وہ لامحدود ہے۔ وہ جتنا جتنا نصیب ہوتا جاتا ہے اتنی اتنی طلب بھی بڑھتی چلی جاتی ہے' کوئی انتہا نہیں ہے قرب الہی کی۔ اس کی ذات حدوں میں قید نہیں ہے' لا محدود ہے' حدود سے بالا تر ہے۔ اس کا قرب بھی حدود سے بالا تر ہے اور اس کے قرب کی کوئی حد' کوئی انتہا نہیں ہے بلکہ جتنا نصیب ہوتا ہے اتنی مزید طلب بڑھا دیتا ہے' پیاس بڑھا دیتا ہے' تو بعثت کے بعد جو علاج تجویز ہوا وہ کیا تھا؟ سورۃ المزمل کی ابتدائی آیات جو پہلے پہلے اترنے والی آیات میں سے ہیں' شروع شروع میں جو آیات مبارکہ نازل ہوئیں ان میں ارشاد ہوتا ہے اس کا جواب کہ

واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا۔ بعثت کے بعد بھی قرآن حکیم فرما رہا ہے وہی نسخہ ہے۔ واذکر اسم ربک۔ اپنے پروردگار کے نام کی تکرار فرمایئے اور اس طرح کیجئے' اتنی تکرار کیجئے' اتنا ذکر کیجئے اتنا اللہ اللہ کیجئے کہ تبتل الیہ تبتیلا کہ مخلوق آپ ﷺ کے ذہن عالی سے محو ہو جائے اور صرف عظمت الہی ذہن میں اور دل پر رہ جائے۔ انقطاع عن الخلق ہو جائے۔ تبتل ہوتا ہے کٹ جانا' منقطع ہو جانا کہ

مخلوق سے اس طرح آپ ﷺ کٹ جائیں' آپ ﷺ کا ذہن عالی' آپ ﷺ کا قلب اطہر اس طرح یکسو ہو جائے کہ گویا صرف اللہ کا نام' جس کا نام آپ ﷺ لے رہے ہیں' وہی ہے اور باقی کچھ نہیں۔ قرآن حکیم نے ہر بندہ مومن اور ہر مومن عورت کو کثرت ذکر کا حکم دیا۔ جہاں اور بہت سے اوصاف گنوائے فرمایا

والذاکرین اللہ کثیرا و الذاکرات۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی خواتین۔ اعداللہ لھم مغفرۃ و اجرا عظیما۔ انسان ہوتے ہوئے ان سے خطا بھی ہوگی تو اللہ کی مغفرت بہت وسیع ہے اور ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

عبادات ذکر الٰہی کا ایک سبب ہیں' اس کی یاد کا ایک ذریعہ ہیں اور ذکر کا وہ طریقہ ہیں جو اس نے حکماً" کہہ دیا کہ یہ ضرور اور ہر قیمت پر کرو اقم الصلوۃ لذکری۔ نماز قائم کرو میری یاد کے لئے' میری یاد کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لئے' دل میں میری یاد کو جاگزیں کرنے کے لئے۔ شریعت کا ایک ایک حکم' سنت کا ایک ایک عمل اور اس کا اتباع یہ عملاً" ذکر ہے۔ زبان سے اللہ کا نام لینا' اللہ کی کتاب پڑھنا' اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات دہرانا' اللہ کے رسول ﷺ پر درود پڑھنا یہ سارا کیا ہے؟ ذکر لسانی ہے۔ عملی ذکر بھی ہے اس کے ساتھ ذکر لسانی بھی ہے۔ عملی ذکر نے عمل کی اصلاح کر دی' عملی ذکر جب آیا تو ہر عمل جب سنت کے قالب میں ڈھلتا گیا تو عمل کی اصلاح ہوتی گئی۔ ذکر لسانی نے کردار کی اصلاح کر دی۔ جب آپ زبانی کوئی بات کسی کو کہتے ہیں اور اس کے خلاف آپ خود کرنا چاہیں تو اندر ایک ریزسٹنس (رکاوٹ) پیدا ہو جاتی ہے مزاج میں ضمیر میں کہ جس سے لوگوں کو منع کرتے ہو اسے خود تو نہ کرو۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اگر کوئی شکایت کرتا' علماء میں سے' مولویوں میں سے کہ حضور مجھ میں یہ کمی ہے یا یہ کمزوری ہے' غیبت کرتا ہوں یا غصے ہوتا ہوں تو وہ فرماتے جو خامی ہے اس پر وعظ کیا کرو۔ اللہ کے قرآن سے اور نبی ﷺ کے اتباع سے اس کے لئے دلائل تلاش کرکے کہ اس سے کس طرح بچنا چاہئے' لوگوں کو بتایا کرو۔ لوگوں کی بھی اصلاح اللہ کرے ہو جائے لیکن اور کسی کی ہو نہ ہو تمہاری اپنی اللہ کرے گا' ہو جائے گی۔

لہٰذا ذکر لسانی جو ہے' یہ زبانی ذکر جو ہے' نماز روزہ سبحات درود یہ سارا کردار کی اصلاح کرتا ہے' اخلاقیات کی اصلاح کرتا ہے' کس طرح سے دوسروں کے ساتھ پیش آنا ہے' کونسی اقدار' اخلاق کا معیار ہیں۔ بھلائی' برائی کسے کہتے ہیں' سوچنا اور فکر کس طرح سے کرنا ہے' دوستی اور دشمنی کا انداز کیا ہونا چاہئے اسے آپ اخلاقیات کہیں گے۔ یہ اصلاحات جب وجود میں آتی ہیں تو ان کے لئے ایک مطمئن قلب بھی چاہئے۔ ایک صحیح دل بھی چاہئے اگر دل کی اصلاح نہیں ہوتی تو یہ ساری محنت رائیگاں جاتی ہے۔

آج آپ سنتے ہیں نا ہارٹ اٹیک سے بندہ مرگیا۔ یہ ہارٹ اٹیک کیا ہے؟ یہ خود دل کی بیماری ہے۔ رگوں میں خون صحیح گردش کر رہا ہے' پاؤں کے ناخن سے لیکر چوٹی تک صحیح خون پہنچ رہا ہے لیکن خود دل جن شریانوں پہ زندہ ہے اور دل کے اپنے اندر جو نظام ہے خون کا جو اس کی اپنی غذا بنتا ہے اس میں جب رکاوٹ آتی ہے تو دل فیل ہو جاتا ہے۔ ہارٹ اٹیک کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس بازو میں خون نہیں پہنچ رہا اس لئے ہارٹ اٹیک ہو گیا یا اس کی ٹانگ میں خون نہیں جا رہا تھا اس لئے ہارٹ اٹیک ہو گیا یا فلاں جگہ خون نہیں جا رہا تھا بلکہ ہارٹ اٹیک کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ رگیں وہ شریانیں جو خود دل کو زندہ رکھنے کا سبب ہیں' دل کے اپنے وجود کے اندر جو کام کرتی ہیں ان میں رکاوٹ آگئی اور دل کام کرنے کے قابل نہ رہا۔ اب جب دل فیل ہوا تو باقی جسم جو ٹھیک ٹھاک تھا' دل کے فیل ہو جانے کی وجہ سے موت سے ہم کنار ہو گیا۔ اسی طرح اگر ہم ذکر لسانی سے عمل کی اصلاح کرنا چاہیں' ذکر لسانی سے اخلاقیات کی اصلاح کرنا چاہئیں لیکن دل ذاکر نہ ہو تو یہ کوششیں رسومات بن کر رہ جاتی ہیں اور کردار کی اصلاح نہیں ہوتی۔ جس طرح اگر سارے بدن میں خون درست طور پر پہنچ رہا ہو لیکن خود دل کے اپنے نظام میں خرابی آجائے تو موت واقع ہو جاتی ہے اسی طرح اگر دل ذاکر نہ ہو تو یہ ساری کوششیں محض رسم بن کر رہ جاتی ہیں۔ کیا آج مسلمانوں میں نمازیوں کی کمی ہے؟ کیا آج مسلمانوں میں روزے رکھنے والے لوگ کم ہیں؟ کیا حج کرنے والے لوگ کم ہیں؟ کیا آج مسلمانوں میں خیرات زکوۃ دینے والے لوگوں

کی کمی ہے؟ ہرگز نہیں! اکثرت ہے تو پھر رسوا کیوں ہیں؟ اذانیں بھی پانچ وقت کہتے ہیں‘ شہر کی کسی مسجد میں اذان شروع ہو تو چل پڑھیں‘ اذان ختم ہونے تک مسجد میں پہنچیں تو آپ کو جوتوں میں بھی جگہ نہیں ملے گی‘ مسجد بھر چکی ہوتی ہے‘ ہر محلے میں کتنی مساجد ہیں‘ کسی شہر میں آپ چلے جائیں‘ آپ کسی مسجد میں چلے جائیں نماز کے وقت حتیٰ کے بادشاہی مسجد میں بھی جمعہ کو جگہ نہیں ملتی‘ بھر جاتی ہیں مساجد خواہ کتنی بڑی ہوں۔ حج کے لئے قرعہ اندازی کرنا پڑتی ہے ہر سال‘ اتنے لوگ جاتے ہیں کہ سب کا انتظام نہیں کیا جاسکتا۔ اربوں روپیہ لوگ زکوۃ دیتے ہیں‘ روزے رکھتے ہیں‘ اتنی عبادت کے بعد رسوا کیوں ہیں؟ اس لئے کہ اگر دل ساتھ نہ ہو تو عبادتیں رسم بن جاتی ہیں۔ عبادت سے وہ شے پیدا نہیں ہوتی جو ہونی چاہئے‘ وہ قوت پیدا نہیں ہوتی اور وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی‘ تعلق باللہ کا وہ رنگ پیدا نہیں ہوتا‘ اللہ کے ساتھ تعلق کا وہ رنگ پیدا نہیں ہوتا جب تک دل اس کا ساتھ نہ دے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ اگر کوئی صرف ذکر قلبی پہ لگ جائے اور کچھ بھی نہ کرے تو دل اگر اللہ اللہ کرنے سے زندہ ہوگا تو باقی چیزیں تباہ نہیں ہوں گی۔ ایسا نہیں ہوگا کیونکہ جب دل میں حیات شروع ہوتی ہے تو باقی احکام پر از خود عمل شروع ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں نے حضرتؒ کی صحبت پائی وہ سارے گواہ ہوں گے اس بات پر کہ حضرتؒ کے پاس کوئی آدمی کسی بھی مکتب فکر کا آجاتا‘ کوئی آدمی کسی کردار کا آجاتا‘ اسے کسی بات سے منع نہیں فرماتے تھے‘ کوئی ٹوکا ٹاکی نہیں ہوتی تھی کہ تمہارے کپڑے کیسے ہیں یا تم کرتے کیا ہو یا تم سگریٹ پیتے ہو‘ نماز پڑھتے ہو نہیں پڑھتے۔ کوئی نہیں پوچھتا تھا لیکن جب ذکر الٰہی کی تلقین ہوتی‘ ذکر کی مجالس ہوتیں‘ قلب ذاکر ہوتا تو بندہ خود ایک دوسرے سے پوچھتا کہ مجھے بھئی یہ کام کیسے کرنا چاہئے اور لوگ خود سیکھتے اور پورے عمل کی اصلاح ہوجاتی۔ ہم نے وہاں دنیا کے بگڑے ہوئے لوگوں کو اصلاح کے سانچے میں ڈھلتے دیکھا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ خود ہمارے جیسے بگڑے ہوئے لوگ دنیا میں کم ہوں گے‘ ہمیں دار و رسن سے اٹھا کر زیب منبر بنا دیا لیکن کبھی ایک لفظ نہیں فرمایا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو سوائے اللہ اللہ کے۔ اگر دل کی اصلاح ہو جائے‘ دل مطمئن ہو جائے‘ دل حقیقت کو پالے تو سارا قالب اصلاح میں ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے پھر جس بندے کو ذکر لسانی نصیب ہو‘ وہ تلاوت کرتا ہو‘ وہ درود پڑھتا ہو‘ وہ تسبیحات پڑھتا ہو اور زندگی کے اعمال میں اتباع سنت اور اللہ کے احکام کی اتباع کی کوشش کرتا ہو پھر اس ذکر قلبی بھی نصیب ہو جائے تو یہ تو نور علی نور ہے یعنی ایسا بندہ تو لمحوں میں صدیوں کے سفر طے کر سکتا ہے اس لئے کہ سارا میٹریل اس کے پاس موجود ہے‘ اس کے پاس چراغ بھی موجود ہے‘ اس میں اس کے پاس روغن بھی موجود ہے‘ اسے تو صرف ایک چنگاری کی ضرورت ہے جو ذکر الٰہی لگا دیتا ہے۔

لیکن یاد رکھیے کہ ذکر الٰہی سے محرومی وہ عظیم محرومی ہے جس نے آج دنیا میں دو سو کروڑ یا دو ارب مسلمانوں کو کافروں کے سامنے رسوا کر رکھا ہے۔ آج افرادی قوت مسلمانوں کے پاس ہے‘ آج مادی قوت مسلمانوں کے پاس ہے‘ آج دنیا کے جدید علوم مسلمانوں کے پاس ہیں‘ دنیا کے عظیم خطے مسلمانوں کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے خطوں پر مزدوری کر کے اقوام مغرب دنیا پر حکومت کر رہی ہیں۔ مسلمانوں کے سرمایے سے کافروں کی حکومتیں قائم ہیں۔ مسلمانوں کی دولت سے یورپ اور امریکہ کے بنک بھرے پڑے ہیں اور ان کی حکومتیں چل رہی ہیں۔ اگر مسلمان ممالک اور مسلمان افراد اپنا سرمایہ واپس لے لیں تو وہ حکومتیں ختم ہو جائیں ایک دن بھی نہیں چل سکتیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ورلڈ بنک جب مسلمانوں کو قرضے دیتا ہے تو کتنی رسوا کن شرطیں منواتا ہے۔ ورلڈ بنک میں آج بھی زیادہ حصے مسلمان حکمرانوں کے ہیں۔ سرمایہ بھی مسلمانوں کا ہے‘ ادھار بھی مسلمان لیتے ہیں‘ رسوا بھی مسلمان ہیں۔ یہی وطن عزیز جو آج بیالیس ارب ڈالر کا مقروض ہے‘ بیالیس سو کروڑ ڈالر۔ 1987ء میں جب جنرل ضیاء الحق مرحوم کا حادثہ ہوا تو یہ سولہ ارب ڈالر کا مقروض تھا۔ ستاسی سے ننانوے تک بارہ سالوں میں چھبیس ارب ڈالر قرضہ لیا گیا اس کا مطلب ہے ہر آدمی امیر ہو گیا ہو گا‘ لوگوں کو بڑی سہولتیں حاصل ہوئی ہوں گی‘ کچھ بھی نہیں! لوگوں پر تو اور ٹیکس لگے پھر یہ

سارا قرض کہاں گیا؟ تقریباً" دو سو بندے ایسے ہیں ملک میں جن کا ایک سو بیالیس ارب ڈالر امریکہ میں جمع ہے۔ گویا جو باہر سے آیا وہ پیسہ بھی' جو یہاں سے لوٹا وہ بھی اس ملک کی رگ جان سے خون نچوڑ کر امریکہ کی تقویت کا' کافر ریاستوں کی قوت کا سبب بنا دیا گیا۔ اس لئے کہ جب یہ ملک ڈوب جائے گا' یہ لوگ تباہ ہو جائیں گے' یہ ملک ختم ہو جائے گا اور جب یہاں سے بھاگنا پڑے گا تو ہم امریکہ جا کر موج کریں گے۔ یہ لوگ پستی میں اتنے گر گئے ہیں' اتنے کم ظرف ہو گئے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہودی یا ہندو بھی اتنا ذلیل ہو گا جتنی ان کی سوچ گھٹیا ہے۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ صرف ان کے دل حق سے ناآشنا ہیں۔ مجھ سے اور آپ سے زیادہ حج کرتے ہیں۔ یہ لوگ سرکاری جہازوں پر بھی جاتے ہیں اور اپنے پیسے پہ بھی جاتے ہیں۔ اور سارے خاندان سمیت ہر سال عمرے کرتے ہیں بلکہ ان کے خاندان تین تین سال مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں۔ اگر عبادات کی طرف دیکھیں تو ان کی بیوی بچے وہاں برسوں مقیم رہتے ہیں' آتے ہی نہیں کہ جی! ادھر ہم یہاں اللہ اللہ کریں گے آپ وہاں لوٹیں' ہم لوٹ کا مال ہضم کرنے کے لئے یہاں سے دعائیں مانگیں گے۔ شب و روز حرم کے چکر لگاتے ہیں لیکن کردار دیکھ لیجئے کہ ڈاکوؤں سے' یہودیوں سے اور ہندوؤں سے بھی بدتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محض بدنی عبادات اور زبانی اذکار کام نہیں آتے۔ جب تک دل حق آشنا نہ ہو جائے محض جسمانی صحت کام نہیں آتی' جب تک دل کی اپنی شریانیں بھی ٹھیک' ٹھیک کام نہ کریں۔

ذکر الٰہی سے صرف یہ مراد نہیں کہ بندہ صوفی یا ملاں بن جاتا ہے بلکہ بندہ انسان ہی ذکر الٰہی سے بنتا ہے۔ ذکر الٰہی صرف گوشہ نشینوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اصل ضرورت ان لوگوں کی ہے جو محاذ پہ یا جو فیلڈ میں' جو میدان میں کام کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی ضرورت ہے جو کھیت میں ہل چلاتے ہیں' یہ ان لوگوں کی ضرورت ہے جو بازار میں تجارت کرتے ہیں' یہ ان لوگوں کی ضرورت ہے جو سیاست کرتے ہیں' یہ ان لوگوں کی ضرورت ہے جو ملک کی تقدیر کے فیصلے کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو آپ اپنے اوپر مسلط رکھیں گے اور اپنے دلوں کو بھی مردہ رکھیں گے تو کوئی مردہ دل کسی دوسرے مردہ دل کو کیسے تبدیل کرے گا' کیا کوئی بے وقوف کسی دوسرے بے وقوف کو اچھی نصیحت دے سکے گا' کوئی ان پڑھ کسی دوسرے ان پڑھ کو پڑھا لکھا سکے گا' کوئی جاہل کسی دوسرے جاہل کو پڑھا لکھا بنا دے گا؟ یہ کیسے ممکن ہے۔ اگر اس طبقے میں مردہ دلی چھائی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے دلوں کو زندہ کریں تاکہ کہیں کسی جگہ کوئی حیات باقی ہو' کہیں کسی کو تو اپنے کردار پہ اطمینان ہو' کہیں کسی کو تو اپنے افکار پہ یقین ہو' کہیں کسی کے دامن میں تو حقیقت ہو' سچائی ہو اور کسی کو تو یہ یقین ہو کہ خواہ مجھے اس پہ قتل بھی کر دیا جائے میں سچائی پر قائم ہوں اور سچائی خود ایک قوت ہے۔

پچاس برسوں میں ہم افراد تبدیل کرتے آئے' حالات تبدیل نہیں ہوئے' حکومتیں بدلتی رہیں' حکمران بدلتے رہے لیکن حال بد سے بدتر ہوتا گیا اس لئے کہ مردہ دلوں کو مردہ دل تبدیل کرتے رہے اور مردوں کی جگہ نئے مردے لا کر مسلط کرتے رہے۔

تو حضرات یہ ذکر الٰہی صوفیوں یا مولویوں کی ضرورت نہیں ہے یہ مسلمان قوم کی ضرورت ہے۔ اگر اسے اللہ کے دین کے ساتھ زندہ رہنا ہے' اللہ کے دین پر مرنا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہو کر اٹھنا ہے تو آج پھر دل زندہ اس کی ضرورت ہے اور دل اللہ کی یاد اور اللہ کے ذکر سے زندہ ہو گا۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یاد رکھیے اللہ کی یاد سے دل اطمینان پاتے ہیں' سچائی پاتے ہیں' صداقت پاتے ہیں' حق پاتے ہیں اور جب ان کے پاس حق ہوتا ہے تو پھر دنیا کو حق عطا بھی کر سکتے ہیں اور جب اپنا دامن تہی ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر تبدیلی کے لئے صرف ووٹ' صرف الیکشن اور صرف شور و شرابا نہیں چاہئے بلکہ مثبت تبدیلی کے لئے دل زندہ بھی ایک ضرورت ہے۔

صبر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' "جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا' اللہ اس کو صبر دے گا' اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں"۔

حکمرانوں کا حساب

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

عباسی خلیفہ ہارون الرشید تخت پر رونق افروز ہے۔ امراء اور وزراء اپنی اپنی نشستوں پر ادب و نیاز سے سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ شاہی دربار کا ایک امیر خلیفتہ المسلمین کو موصول ہونے والے خطوط پڑھ کر سنا رہا ہے۔ ہارون الرشید ہر خط بڑی توجہ سے سن کر اپنا حکم صادر کر رہا ہے۔ اتنے میں امیر نے کہا

"خلیفتہ المسلمین! ایک درخواست بغداد کے بعض مستحقین نے بھجوائی ہے۔ اگر حکم ہو تو یہ بھی پڑھ کر سنائی جائے"

خلیفہ نے پوچھا

"اس درخواست کو بھجوانے والے کون لوگ ہیں؟"

امیر نے عرض کیا

"خلیفتہ المسلمین! یہ شہر کے حفاظ، علماء اور دینی علوم کے طلبہ کی طرف سے ہے"

ہارون الرشید نے حکم دیا

"اس درخواست کا متن سنایا جائے"

امیر نے بلند آواز سے درخواست پڑھ کر سنانا شروع کی۔

"اے خلیفتہ المسلمین! ہم اللہ کے بندے اور علماء کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ علم سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ ہم وہ صاحب شرف ہیں، جن کے باپ دادا کے اس سلطنت پر حقوق ہیں۔ مسلمان رعایا ہونے کے ناطے بیت المال میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں آپ ہر روز اپنی تسکین ہوس کی خاطر بیت المال سے لاکھوں دینار لٹاتے ہیں، جس سے آپ کی ذات کو شہرت اور انا تسکین حاصل ہوتی ہے، لیکن ہم مستحقین کا یہ حال ہے کہ روٹی کے دو نوالوں کے بھی محتاج ہیں۔ اگر آپ حقیقی مستحقین کا حصہ الگ کر دیں، تو اچھا ہے، ورنہ ہم سب اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور فریاد کریں گے کہ وہ بیت المال آپ کے ہاتھوں سے چھین کر کسی ایسے اہل اور خدا ترس انسان کے سپرد کر دے، جو عام مسلمانوں پر شفقت روا رکھے......"

یہ درخواست ابھی پڑھی جا رہی تھی کہ ہارون الرشید کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ غصہ میں لال پیلا ہو کر دربار سے اٹھ کھڑا ہوا اور محل خاص میں چلا گیا۔ ملکہ زبیدہ نے جب خلیفتہ المسلمین کا مزاج اس قدر برہم دیکھا تو حیرانی سے پوچھا

"عالم پناہ! خیریت تو ہے؟ مزاج عالی اس قدر ناساز کیوں ہیں؟"

ہارون الرشید نے ملکہ زبیدہ سے تمام روداد کہہ سنائی۔ ملکہ بولی

"حضور پریشان نہ ہوں۔ اس بات پر غور فرمائیں کہ پہلے حکمرانوں اور خلفاء نے ان بندگان خدا سے کیا سلوک روا رکھا تھا، بس وہی سلوک آپ بھی ان مستحقین کے ساتھ فرمائیں، اس میں کچھ شک نہیں کہ بیت المال مسلمانوں کا ہے اور خلیفتہ المسلمین محض اس کا امین ہوتا ہے۔ خلیفہ کو اس میں سے تصرف اپنی ذاتی خواہش سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کرنا چاہئے"

ہارون الرشید کو ملکہ سے بڑی محبت تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ملکہ زبیدہ اس کی ہاں میں ہاں ملائے گی، جس سے اس کا بھڑکتا ہوا غصہ فرو ہو گا لیکن اس کی زبان سے بھی ویسی ہی وعظ و نصیحت کی باتیں سن کر ہارون الرشید بجھ سا گیا اور بولا

"میں صبح سے شام تک لوگوں میں بے دریغ درہم و دینار تقسیم کرتا ہوں، ہفتہ میں ایک روز عوام کے لئے کھلا دربار بھی منعقد کرتا ہوں۔ پھر بھی یہ لوگ مجھے بددعاؤں کی دھمکی دیتے ہیں"

ملکہ نے کہا

"ٹھیک ہے آپ ہر روز بیت المال سے بے حساب رقم تقسیم کرتے ہیں، لیکن جن حقیقی مستحقین تک آپ کی امداد نہیں پہنچتی، وہ آپ سے شکایت کرتے ہیں، تو معذور ہیں

ان کی جائز شکایات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمایئے"

خلیفہ اور ملکہ کے درمیان یہ گفتگو دیر تک جاری رہی' لیکن خلیفہ کے دل کا بوجھ ہلکا نہ ہوا۔ آخر ملکہ نے کہا

"عالم پناہ! مناسب ہوگا آج رات سونے سے پہلے ہم دونوں استخارہ کرکے سوئیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس معاملے میں ہماری خصوصی رہنمائی فرمائے"

اللہ کی قدرت' اس رات دونوں نے ایک ہی جیسا خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہے' لوگ قبروں سے نکل نکل کر حساب گاہ کی طرف آرہے ہیں۔ ہر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جارہا ہے۔ قریب ہی شافع محشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی موجود ہیں۔ وہ جس کی شفاعت فرماتے ہیں وہ بہشت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ایک فرشتے نے ہارون الرشید اور زبیدہ دونوں کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور حضور ﷺ شافع محشر کی خدمت میں جانے سے روکے ہوئے ہے۔ جب کافی دیر گزر گئی تو ان دونوں نے فرشتے سے کہا کہ ہمیں بھی شفاعت کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جائے۔ فرشتے نے کہا کہ آپ دونوں کے بارے میں حضور ﷺ کا یہ خصوصی حکم ہے کہ جب تک میں یہاں موجود ہوں' ان دونوں کو میرے سامنے نہ لایا جائے' مجھے شرمندگی ہوگی میں ان کی شفاعت کے لئے کچھ بھی نہ کرسکوں گا۔ کیونکہ انہوں نے دنیا میں مسلمانوں کے مال کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے لیا تھا۔ بیت المال سے حقیقی مستحقین کو محروم رکھا تھا۔ یہ اپنی ذاتی خواہش سے جسے چاہتے تھے' نوازتے تھے حالانکہ مسلمان حکمران ہونے کے ناطے یہ میرے جانشیں تھے"

یہ خواب دیکھ کر خلیفہ اور ملکہ دونوں ہڑبڑا کر اٹھے۔ مارے خوف کے دونوں کی حالت سخت غیر تھی۔ کچھ بولنا چاہتے تھے' لیکن زبان ساتھ نہ دیتی تھی۔ جب ذرا ہوش میں آئے تو ہارون نے ہمت کرکے زبیدہ سے کہا۔

"سناؤ تم نے کوئی خواب دیکھا؟"

زبیدہ نے کانپتے ہونٹوں سے تمام خواب من و عن کہہ سنایا' یہ سن کر ہارون الرشید کی چیخیں نکل گئیں بڑی مشکل سے صرف یہ کہہ سکا کہ میں نے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے۔ پھر دیر تک دونوں روتے رہے۔ جب ذرا جی ہلکا ہوا' تو زبیدہ نے کہا

"ہم دونوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے وقت سے پہلے ہمیں تنبیہ فرمائی تاکہ اپنے اصلاح احوال کے لئے ہم سے جو ممکن ہوسکے' وہ کرلیں"

صبح ہوتے ہی ہارون الرشید نے حکم دیا کہ شہر میں منادی کرادی جائے کہ جو بھی مستحق ہو' وہ شاہی دربار میں آجائے اور آکر اپنا حق لے جائے۔ لوگ جوق در جوق آنا شروع ہوئے' غریب اپنی حاجات اور مسائل بیان کرتے۔ کوئی شاہی کارندوں کے ظلم کی داستان بیان کرتا' کوئی کہتا کہ ہفتہ میں ایک روز آپ جو دربار عام منعقد کرتے ہیں وہاں تو حقیقی مستحقین کی رسائی تک نہیں ہوتی' شاہی کارندے انہیں خلیفۃ المسلمین کے قریب نہیں جانے دیتے۔ ہارون یہ سب باتیں سن کر روتا رہا' اور دن بھر مستحقین اور ضرورت مندوں میں خیرات اور وظائف تقسیم کرتا رہا' شام تک تیس لاکھ دینار اس نے مستحقین میں بانٹ دیئے۔

اس کام سے فراغت کے بعد ہارون الرشید محل خاص میں آیا' آج وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کررہا تھا۔ چہرہ بھی ترو تازہ نظر آرہا تھا۔ یہ دیکھ کر ملکہ زبیدہ نے کہا

"عالم پناہ! بیت المال کا تمام حساب کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کل قیامت کے روز اس کا حساب کتاب آپ ہی کو دینا ہے۔ آج آپ نے میری جانب سے بھی جس قدر ممکن تھا' ادائے فرض کی کوشش کی۔ لیکن جو کچھ بھی آپ نے دیا وہ بہرحال مسلمانوں کا مال تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کی خاطر اور نجات اخروی کے لئے جو کچھ کرنا چاہتی ہوں وہ میرے اپنے مال میں سے ہوگا"

پھر زبیدہ نے اپنے ذاتی مال میں سے کئی لاکھ دینار غریبوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کئے۔ کوفہ سے مکہ تک ہر منزل پر ایک کنواں کھدوایا' جسے گچ اور اینٹوں سے پختہ کروایا' تاکہ حاجیوں کو سفر کے دوران آرام حاصل ہو۔ یہ سب کام کرلینے کے بعد بھی ملکہ زبیدہ کے پاس کافی دولت بچ گئی۔ اس نے حکم دیا کہ تمام سرحدی مقامات پر پکے اور مضبوط قلعے تعمیر کئے جائیں۔ اور غازیان اسلام کی خاطر

اسلحہ اور گھوڑے خریدے جائیں۔ پھر اس نے کاشغر کی سرحد پر ایک نیا شہر بسایا' جس کا نام "بدخشاں" رکھا۔ اس کے نواح میں کئی سرائیں بنوائیں ایک قلعہ خوارزم کے قریب اور ایک قلعہ سکندریہ کے قریب بنوایا۔ اس کے باوجود اس کے پاس بہت سامال بچ گیا' اس نے حکم دیا کہ یہ سب مال جو بچ گیا ہے خادمان مدینہ منورہ اور خادمان بیت المقدس میں تقسیم کردیا جائے۔ ادھر ہارون الرشید کا بھی یہی حال تھا۔ ہرروز غریبوں اور مستحقین کی امداد میں مصروف رہتا۔ ایک رات محل خاص میں دونوں بیٹھے تھے کہ ہارون الرشید نے ملکہ زبیدہ سے کہا

"جان ہاروں! محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر غریبوں اور ضرورت مندوں کی امداد سے جو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے وہ ہوائے نفس سے خرچ کرنے سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا"

زبیدہ نے کہا

"عالم پناہ! آپ بالکل سچ کہتے ہیں اس بات کی صداقت تو ہم نے تجربہ سے جان لی ہے۔ اللہ کے نیک بندے بہلول دانا نے مجھے بتایا تھا کہ

"جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت کی ذمہ داری سونپی ہے' کل قیامت کے روز ان سے حساب کتاب بھی سختی کے ساتھ لے گا"

(سیاست نامہ۔نظام الملک طوسی)

نعت

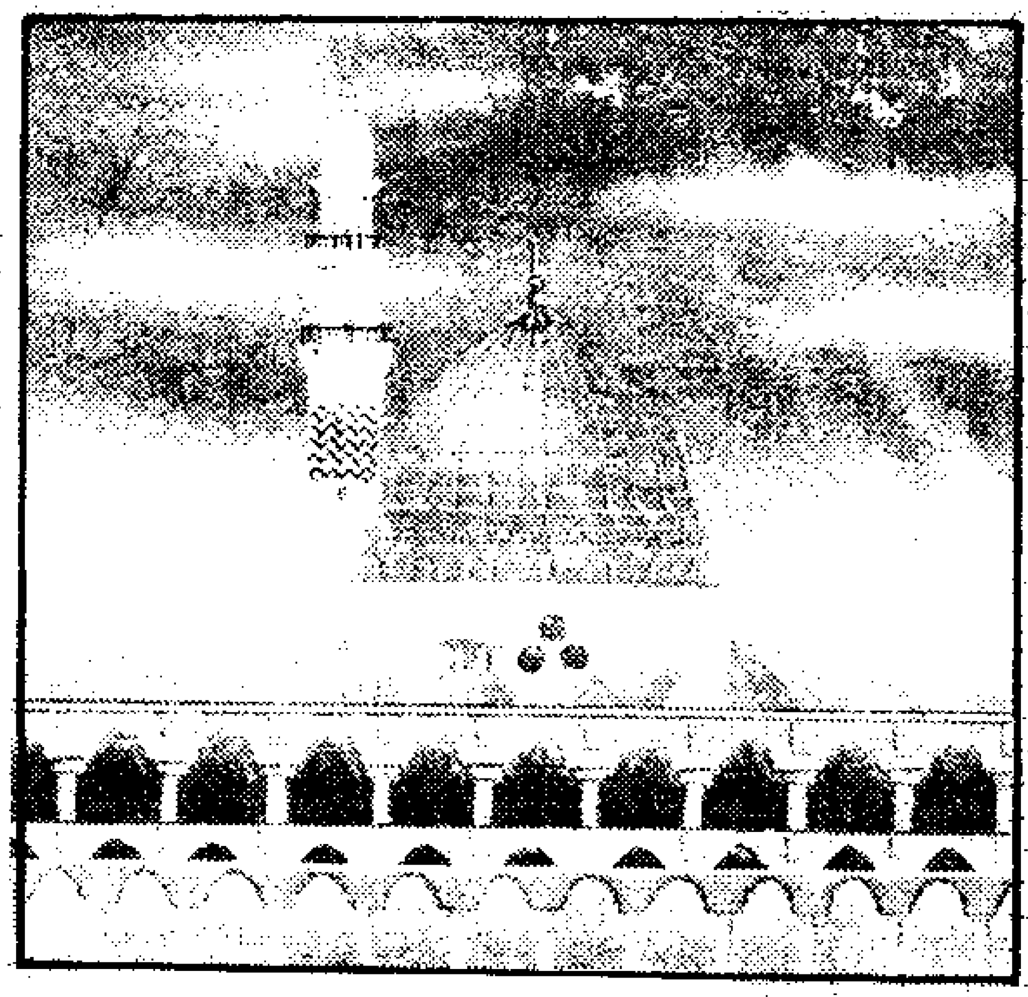

حریم جاں چراغاں ہے چار سو تجھ سے
کہ غرق نور میں ہے شہر آرزو تجھ سے

ہر اک چمن میں تیرا پیرہن ہے مثل گلاب
فضائے دہر کا دامن ہے مشکبو تجھ سے

مرے آقا' متاع شہر علم کے والی
جہان لوح و قلم کی ہے آبرو تجھ سے

جہاں میں رنگ پس رنگ تیرا نقش قدم
چمن بدوش ہے منزل کی جستجو تجھ سے

سخنوری میں جو دل جستجوئے حرف میں ہے
خموشیوں میں بھی کرتا ہے گفتگو تجھ سے

عرفانہ عزیز

احقاق حق اور یزیدیت

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 99-4-23 دارالعرفان منارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی سال کی ابتداء محرم کے ماہ مبارک سے ہوتی ہے اور محرم عظیم قربانیوں کی تاریخ کا امین ہے۔ رمضان شریف کی فرضیت سے پہلے عاشورہ محرم کا روزہ رکھا جاتا تھا اس لئے کہ یہ ماہ مبارک پہلی امتوں میں بھی مبارک تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے یہودی دس محرم کی تکریم کرتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے عیسائی اس کی تکریم کرتے تھے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان جو روزہ رکھے تو وہ اکیلا عاشورے کا نہ رکھے بلکہ نویں دسویں یا دسویں گیارھویں ملا لے تاکہ ان کے ساتھ مماثلت نہ ہو۔ پھر رمضان کی فرضیت کے بعد ان نفل روزوں کی اہمیت وہ نہ رہی۔ لیکن اگر کوئی رکھنا چاہے تو باعث ثواب ہے۔ اسلامی تاریخ میں محرم کو خانوادہ نبوی ﷺ کی شہادت رنگین کر گئی۔ روایات کے اختلاف کی وجہ سے دنوں اور وقت کا تعین ممکن نہیں ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ ذوالحج میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل و عیال سمیت مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ یہ بات بھی تاریخ میں طے ہے کہ آٹھ ذوالحج کو جب حاجی طواف کر کے منیٰ کو جاتے ہیں، آٹھ ذوالحج کی فجر کو سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حرم میں کھڑے ہوئے کوفہ کے سفر سے منع فرما رہے تھے اور ان کی آپس میں بات ہو رہی تھی۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر آٹھ محرم کی صبح کو حرم پاک میں اور مسجد الحرام میں موجود تھے تو پھر انہیں کوئی جلدی نہیں تھی کہ وہ دو دنوں کے لئے حج ترک فرماتے کیونکہ حج میں دو ہی دن تھے نویں اور دسویں۔ آٹھ کو مکہ مکرمہ سے حجاج طواف کر کے نکلتے ہیں اور رات منیٰ میں ٹھہرتے ہیں اور اگلی فجر ادا کرنے کے بعد پھر عرفات کو چلے جاتے ہیں، عرفات میں پہنچ گئے تو حج ہو گیا، واپسی پر رات مزدلفہ ٹھہرتے ہیں اور پھر منیٰ میں آ کے قربانی ہو جاتی ہے یہی تو سارا حج ہے۔ باقی اس کے ارکان نماز روزہ یا کنکریاں پھینکنا یا طواف وہ الگ ہے لیکن سارا سفر تو یہی ہے جو آٹھویں نویں دسویں اور گیارہویں پر محیط ہے تو کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، کوئی فوج کشی کرنے نہیں جا رہے تھے اگر لشکر کشی کا ارادہ فرماتے تو جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج میں موجود تھے جس میں روئے زمین سے جو آدمی پہنچ سکتا ہے مکہ مکرمہ وہ مسلمان پہنچتا ہے، اگر وہاں لشکر کا اعلان فرماتے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشانی تھے محمد رسول ﷺ کی، آپ ﷺ کی تصویر تھے اور خانوادہ نبوی ﷺ امت محمدیہ ﷺ کے پاس امین تھا سنت محمد رسول اللہ ﷺ کا، انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ کا۔ آپ ﷺ کی عبادات کے طریقوں کا، آپ ﷺ کے معاملات اور آپ ﷺ کی شجاعت و مردانگی کا، سارا اندازہ انہیں دیکھ کر ہوتا تھا وہ عام آدمی نہیں تھے۔ جس کسی نے ایمان کی ایک نظر سے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا یا ایمان کی حالت میں اس پر حضور ﷺ کی ایک نگاہ پڑ گئی وہ شرف صحابیت سے مشرف ہو گیا۔ اب جو لوگ حضور ﷺ کے در اقدس پہ ہی پیدا ہوئے اور جن کی پہلی گھٹی حضور ﷺ کا لعاب دہن بنا وہ شخصیت عام آدمی کیسے ہو سکتی ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکایت کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے ارشادات عالی سنتا ہوں اور پھر مجھے یاد نہیں رہتے یہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ کے ہر ہر لفظ کو محفوظ رکھوں، میرا حافظہ میرا ساتھ دے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری مجلس میں جب بیٹھے ہو تو اپنی چادر بچھا لو انہوں نے اپنی چادر بچھا لی، حضور ﷺ ارشاد فرماتے رہے سوال و جواب ہوتے رہے لوگ مستفید ہوتے رہے، جب مجلس ختم ہوئی فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی چادر اکٹھی کر کے سینے سے لگا لو ساری باتیں سینے میں جذب ہو جائیں گی۔

کلام جو ہوتا ہے اس میں کلام کرنے والے کی ذات کا پرتو ہوتا ہے، عکس ہوتا ہے اگر آپ کسی بے دین کا کافر کا کلام سنتے رہیں تو اس کی نحوست متاثر کرتی ہے۔ آپ کسی گانے بجانے والے کو سنتے رہیں تو کچھ عرصہ کے بعد گانے

بچانے کو آپ کی طبیعت چاہنے لگے گی۔ آپ کسی ڈاکو کی باتیں سنتے رہیں سنتے رہیں کچھ عرصے بعد ڈاکے مارنے کو دل چاہنے لگے گا۔ جھوٹوں کی مجلس میں بیٹھنا شروع کر دیں کچھ عرصے بعد جھوٹ بولنا کوئی مشکل نہیں لگے گا۔ اس طرح اہل اللہ کی مجالس میں بیٹھنے والوں کے مزاج میں نیکی کی طرف تبدیلی آجاتی ہے اور نبی ﷺ تو وہ ذات ہیں کہ جنہیں جس نے دیکھا اور جس نے ان کی بات سنی اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی ایسا بے مثل انسان بن گیا۔ چشم فلک نے ایسے لوگ نہ ان لوگوں سے پہلے دیکھے ہیں اور نہ بعد میں۔ کسی نے یہ سوال کیا تھا ایک بزرگ سے مجھے نام اس وقت یاد نہیں آرہا انہوں نے فرمایا کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اس کی نجات ہو جائے گی تو کسی نے ان سے سوال کیا کہ نبی ﷺ کو دیکھا ابوجہل نے کفار مکہ نے مشرکین مکہ نے ان کی نجات نہ ہوئی انہیں ایمان نصیب نہ ہوا آپ کو دیکھ کر کیسے ہوگی؟ انہوں نے فرمایا تم کہتے ہو انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا لیکن قرآن تو کہتا ہے ینظرون الیک وھم لا یبصرون آنکھیں تو تیری طرف پھیرتے ہیں تجھے دیکھ نہیں سکتے۔ انہوں نے دیکھا ہی نہیں اور حق ہے کہ جو ایمان سے خالی رہ گئے وہ محمد بن عبداللہ ﷺ کو دیکھتے تھے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھتے تھے آپ ﷺ کی اس حیثیت کو دیکھتے تھے آپؐ کے اس شرف اور اس عظمت رسالت کو اور ختم نبوت کو نہیں دیکھتے تھے بہر حال جہاں آپ ﷺ کا قدم مبارک پڑا وہ زمین ہمیشہ کے لئے منور ہوگئی جس جانور پر آپ ﷺ نے سواری فرمائی وہ جانوروں سے سرفراز ہوگیا جو ہتھیار آپ ﷺ نے استعمال کیا دست اقدس میں پکڑا دنیا بھر کے ہتھیاروں پہ سبقت لے گیا' جو لباس حضور ﷺ کے تن اقدس پہ لگا دنیا کا کوئی لباس اس کا ثانی نہیں۔ جو آپ ﷺ کے وجود کا حصہ تھے' جن کی رگو میں آپ ﷺ کا مبارک خون دوڑتا تھا' جو آپ ﷺ کی گود میں پلے ان کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اگر وہ اعلان فرما دیتے حرم کعبہ میں کہ میں جہاد کے لئے جارہا ہوں تو میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے' اللہ کے نبی ﷺ کی اتباع میں دور دراز سے حرم مکہ میں آئے تھے وہ نواسہ رسول ﷺ کے اعلان کو خالی جانے دیتے۔ میرا اپنا ایمان یہ ہے کہ ہر حاجی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت کا حق ادا کرتا۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام سے محض اپنے اہل و عیال کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے۔

اختلاف کیا تھا' کوئی کفر اسلام کا جھگڑا تھا؟

کوئی یزید نے نبوت کا دعوئی کر دیا تھا؟ کوئی یزید نے نماز کی رکعت یا کوئی قرآن کے فضائل میں یا اعمال میں یا ترجمے میں یا تفسیر میں کوئی تبدیلی کر دی تھی؟ کچھ بھی نہیں' بلکہ ایک زمانہ تھا یہی یزید امیر لشکر تھا اور یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ماتحت قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اس وقت یزید حکمران نہیں تھا' حکومت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ لشکر کشی کا حکم انہوں نے دیا' یزید کو امیر لشکر بنایا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی لشکر میں یزید کے ماتحت شریک تھے۔ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوئے' حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اس جنگ میں ہوا' قسطنطنیہ کی دیوار کے ساتھ دفن کئے گئے اور یہی یزید تھا جس نے عیسائیوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ ہم تمہارے شہر کی دیوار کے ساتھ ایک بزرگ صحابی رسول ﷺ کو دفن کر رہے ہیں اگر اس کی قبر کی بے حرمتی ہوئی تو پوری سلطنت اسلامی میں تمہارا کوئی گرجا سلامت نہیں رہنے دوں گا۔ کسی کو جرات نہیں ہوئی تھی کہ ان کی قبر کی توہین کرتا۔

لیکن جب یزید سربرائے خلافت ہوا اور خود حکمران بنا اور بادشاہ بنا تو اختلاف یہ تھا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ یزید کی حکومت یا انداز حکمرانی جو ہے وہ اتباع سنت سے ہٹ گیا ہے' اپنی مرضی کے حکم جاری کرتا ہے۔ صرف یہ اختلاف تھا کہ یزید کی حکمرانی جو ہے وہ' وہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے تھی اور یہ اختلاف حضرت حسین' حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں تھا۔ ایک لاکھ انتیس ہزار دینار سالانہ وظیفہ تھا حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وظیفہ لیتے تھے آپ مطمئن تھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ عین دین کے' اسلام کے' انصاف کے مطابق ہو رہا ہے۔ جب یزید کی حکومت آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اختلاف ہوا کہ یزید نے تو آتے ہی جو احکام دیئے ہیں یا جو انداز حکومت اختیار کیا ہے یہ اسلامی نہیں ہے بلکہ یہ انصاف سے ہٹ کر باتیں کرتا ہے۔

اہل کوفہ نے یہ دعوت دی کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کریں گے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل کوفہ پر اعتماد نہیں تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔ اختلاف کرنے والوں کو حق حاصل ہے لیکن جو میرا حاصل مطالعہ ہے میں وہ عرض کر رہا ہوں کوئی کیا کہتا ہے اسے بھی کہنے کا حق ہے جو وہ کہتا ہے کہتا رہے ہم سب کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے کھوٹے اور کھرے کا فیصلہ ہو جائے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین پر الزام تراشی کتنا بڑا جرم ہے اور لوگ اس کی جرات کیسے کر جاتے ہیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں جس نے میرے صحابی کو برا بھلا کہا معاذ اللہ اس نے مجھے کہا جس نے (لا تسبو اصحابی) میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توہین نہ کرو سب وشتم نہ کرو گالیاں نہ دو اور اگر کسی نے میرے صحابہ کو گالی دی تو اس نے مجھے دی اگر عام صحابی کا معیار یہ ہے تو پھر خاص الخاص صحابہ اور پھر اولاد رسول ﷺ خاندان رسول ﷺ کا جو صحابی بھی ہیں اور حضور ﷺ کا حصہ بھی ہیں ان پر بھی غلط باتیں چڑھائی جائیں تو اس کا جواب اللہ کے نزدیک میدان حشر میں کیا ہوگا یہ سوچنا چاہئے یہ سوچ کر بات کرنی چاہئے۔

بہر حال میں اپنا حاصل مطالعہ عرض کر رہا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ پر اعتماد نہیں تھا اور یہی بات حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں عرض کی۔ مکہ پر حکومت حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے اور جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو دو سال کسی مسلمان کے گھر کوئی بچہ پیدا نہ ہوا مدینہ کے یہود نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ مسلمانوں کے یہاں اولاد نہیں ہوگی، ہم نے ان کی اولادیں بند کر دی ہیں، جادو کر دیا ہے۔ تو پہلا بچہ جو مہاجرین کے گھر پیدا ہوا یہ عبداللہ ابن زبیر تھے اور نبی کریم ﷺ خود تشریف لے گئے، اس کو بھی پہلی گھٹی حضور ﷺ نے اپنے لعاب دہن کی عطا فرمائی اور ان کی پیدائش پر خوشی منائی گئی۔ یہی عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی یزید کی خلافت کے قائل نہ ہو سکے اور مکہ مکرمہ پر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اور یزید کی اطاعت نہیں کی۔ یزید کے بعد آنے والے حکمران کی اطاعت نہیں کی۔ اس کے بعد مروان کے بعد جب عبدالملک بن مروان تیسرا بادشاہ جب آیا تو اس کے عہد سلطنت میں مکہ پر چڑھائی ہوئی، حجاج بن یوسف نے مکہ فتح کیا اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں پھانسی دی گئی وہ شہید ہو چکے تھے حرم میں لڑتے ہوئے اور ان کی لاش مبارک کو پھانسی پر لٹکایا گیا اور کئی دنوں تک جنت المعلیٰ میں وہ سولی پر لٹکتے رہے وہ بھی ایک تاریخ ساز انسان تھے اور وہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ آرام سے رہ سکتے تھے چونکہ وہاں یزید کی دسترس نہیں تھی یزید کے بعد یزید کا بیٹا معاویہ ابن یزید سریرائے خلافت ہوا چھ مہینے کے بعد اس نے استعفیٰ دے دیا اس کے بعد مروان ابن الحکم سریرائے خلافت ہوا مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان جب حکمران بنا تب حجاج بن یوسف نے مکہ فتح کیا تب تک حکومت مکہ مکرمہ پر عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں محفوظ رہ سکتے تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ مسلمانی یہ نہیں ہے کہ گوشہ عافیت تلاش کیا جائے۔ مسلمانی یہ ہے کہ جہاں خرابی ہے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ میں کوفہ اس لئے جا رہا ہوں کہ کوفہ میرا گھر بھی ہے اور میں یزید کی خلافت سے بھاگنا نہیں چاہتا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ یا یزید کی بھی اصلاح ہوگی یا یزید کو خلافت چھوڑنا پڑے گی۔ وہی کوفے کے لوگ جنہوں نے دعوت دی تھی انہیں جب خلافت کی طرف سے، حکومت کی طرف سے دباؤ آیا تو حکومت کے ساتھ مل گئے اور کوئی باہر سے فوج یزید نے نہیں بھیجی۔ وہی کوفے والے جنہوں نے خط لکھے تھے، جنہوں نے دعوت دی تھی انہی کا لشکر بنا اور وہی راستہ روکنے کے لئے کوفے سے کئی منزل آگے آگئے اور کوفہ پہنچنے سے پہلے انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قافلے سمیت روک لیا۔ طویل گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ مطالبہ یہ تھا کہ یزید کی بیعت آپ رضی اللہ عنہ قبول کریں اور جو یہاں امیر لشکر ہے اس کے حوالے سے یزید کی بیعت کریں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جانوں اور یزید۔ میں اس کی بیعت کروں یا نہ کروں۔ ممکن ہے وہ اپنے حالات سے تائب ہو جائے، اپنی اصلاح کر لے۔ میں اس کی بیعت کر لوں وہ تائب نہ ہو، میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ بیعت نہیں کروں گا لیکن یہ معاملہ میرا اور یزید کا ہے تمہاری یہ حیثیت نہیں ہے کہ تم درمیان میں آؤ۔ تم ایک عام فوجی ہو۔ تمہارے ساتھ میں بیعت نہیں کرتا۔ چنانچہ یہ قافلہ کوفے پہنچنے کی بجائے دمشق جو اس وقت دار الخلافہ تھا کوفہ سے کئی منزل پیچھے دمشق کی طرف مڑ گیا۔ کربلا اس راستے پر ہے جو راستہ کوفے سے دمشق کو جاتا ہے اور جو راستہ مکہ مکرمہ سے کوفہ آ رہا تھا شہر کے دور سے اس راستے سے مڑ کر تیسری منزل کربلا آتی ہے۔ کوفہ ایک طرف رہ جاتا ہے آپ رضی اللہ عنہ جب اس راستے پر پہنچے جہاں سے سڑک دمشق کو جاتی ہے تو کوفے والوں نے جو سارے بھائی تھے ابن سبا کی پیداوار تھے، باغی تھے، اسلام کے، انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اگر یہ دمشق پہنچ گئے تو یا یزید توبہ کرے گا توبہ نہیں کرے گا تو یزید کو خلافت چھوڑنا پڑے گی، بغیر کسی جنگ کے، چونکہ جو لوگ اس کے ساتھ ہیں وہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ انہوں نے دباؤ ڈالا بیعت کے لئے کہا آپ

رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی اور ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ ایک عظیم لشکر کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ بڑا عجیب فیصلہ تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا۔ کیا آپ رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے کہ میرے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں، نواسیاں ہیں کیا آپ رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے کہ یہ بچے یہ نوجوان جو مرے ساتھ ہیں یہ گلشن نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں مال کما کے لاتا ہوں میرا والد اٹھا کے اسے خرچ کر دیتا ہے ضائع کر دیتا ہے کسی کو دے دیتا ہے کیا مجھے اجازت ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں والد کو جھڑکوں یا اسے سختی سے منع کروں یا اسے ڈانٹ دوں یا اسے پیسے نہ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ایسے رکھو کہ اس کے ہاتھ نہ چڑھیں تو الگ بات ہے ورنہ

انت و مالک لابیک تم بھی اور تمہارا مال بھی تم دونوں باپ کی ملکیت ہو' اگر وہ غلط کرتا ہے تو اس سے رب پوچھے گا تم نہیں پوچھ سکتے اگر تمہارا مال وہ غلط جگہ پر خرچ کرتا ہے تو اس سے اللہ حساب لے گا لیکن تم نہیں پوچھ سکتے اس لئے کہ تم بھی انت و مالک لابیک تم بھی اور تمہارا مال بھی تم دونوں باپ کی ملکیت ہو جیسا چاہے کرے۔ اگر بندہ اپنے باپ کی دادا کی ملکیت ہے تو یہ خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف حسین رضی اللہ عنہ کا تو نہیں تھا خود حسین رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھیں۔ اپنی چیز تو کوئی خرچ کر دیتا ہے لٹا دیتا ہے جلا دیتا ہے اس کی اپنی ہے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناموس' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام' یہ سارا داؤ پر لگادیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب کہ کوئی کفر نہیں چھا رہا تھا' کسی نے کوئی دعویٰ نبوت نہیں کر دیا تھا' کسی نے کلمے میں کوئی لفظ بڑھا نہیں دیا تھا' کسی نے کلمے میں سے کوئی لفظ گھٹا نہیں دیا تھا' ارے آج کیا نہیں ہوتا؟ چپے چپے پر تو نبی ملتے ہیں' ہر شہر کے ہر ہوٹل میں بدکاری ہوتی ہے اور اگر بدکاری نہ ہو تو ہوٹل چلتے نہیں ہیں۔ کتنی مساجد ہیں؟ ہر ہوٹل کی بغل میں مسجد ہے اور کتنے علماء ہیں کبھی کسی نے سر اٹھایا ہے۔

آج' آج کا یزید کون ہے؟ وہ جو آج کے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے؟ جو آج کربلائیں قائم کئے ہوئے ہیں اور آج سب سے بڑی کربلا کوسوو میں ہے۔ آج کے زمانے میں سینکڑوں سالوں کے بعد' ہسپانیہ کی تاریخ کے بعد' صدیوں بعد آج اس موجودہ عہد میں جسے بڑا مہذب' بڑا ترقی یافتہ زمانہ کہا جاتا ہے اس میں یہ ظلم ہو رہا ہے کہ ایک ملک کی پوری آبادی اس ملک سے یا نکال دی جائے یا تہ تیغ کردی جائے۔ سینتیس اجتماعی قبروں کی دریافت کا اعلان امریکہ والوں نے کیا ہے جو انہوں نے سیٹلائٹ سے دریافت کی ہیں کہ جہاں لاکھوں انسانوں مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کو بغیر جنازے کے گڑھوں میں پھینک کر بلڈوزروں سے اوپر مٹی ڈال دی۔ لاکھوں بیویاں' لاکھوں بچیاں' لاکھوں مائیں' لاکھوں بچے' لاکھوں بوڑھے اڑوس پڑوس کے ممالک میں جارہے ہیں جو پھر کافر ہیں اور پانچ لاکھ مرد کسووو کے وہ ہیں جن کا کوئی پتہ نہیں' پانچ لاکھ ان لوگوں کی تعداد ہے جو نہ زندہ ملتے ہیں نہ ان کی قبریں ملتی ہیں نہ کسی نے ان کی لاشیں دی ہیں اور دنیائے مغرب میں کفرستان میں بھی روس واحد ملک ہے جو یوگوسلاویہ کی حمایت کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے یوگوسلاویہ کو کوئی نہ چھیڑے میں اس کے ساتھ ہوں۔ اس عالم میں پچیس سال بعد پاکستان کا وزیراعظم پہلی دفعہ روس سے صلح کرنے گیا ہے۔ یہاں تو کوئی مولوی نہیں بولتا کیا یہ یزیدیت نہیں ہے اگر ہے تو کہاں گئے یزیدیت کے خلاف بولنے والے۔ سینہ کوبی کرلیتے ہیں آدھے جلوس نکال لیتے ہیں' دوسرے محرم کے نام پر چندہ کرلیتے ہیں اور دیگیں پکا لیتے ہیں' بولنے کے لئے کوئی نہیں اس لئے کہ یزید وقت کے خلاف نہیں بولا جانا چاہئے یہی درس ہے کربلا کا؟ یہی سبق ہے کربلا کا؟

کربلا میں صرف یہ بتایا گیا کہ کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے وہ ادا کی جائے اور ظالم کو ظالم کہا جائے اور برائی کو برائی کہا جائے' حق کو حق کہا جائے۔ آج تو سارے اخبارات وزیراعظم کے دورہ روس پر بڑھ چڑھ کر اداریے لکھ رہے ہیں کہ بڑا کام ہوا روس کے ساتھ پاکستان کی صلح ہو گئی اس وقت جب کہ روسی ریچھ ابھی کابل کا خون ہضم نہیں کر چکا تھا۔ اس وقت یہ اخبارات کہاں تھے جو لاکھوں جانیں کابل میں تلف ہوئیں وہ جنگ بدستور جاری ہے اور روس مجاہدین کے خلاف پوری امداد کر رہا ہے' امریکہ کر رہا ہے' فرانس کر رہا ہے یا سارا یورپ کر رہا ہے ان غداروں کی جو نفاذ اسلام کے خلاف لڑ رہے ہیں' ان کی مدد کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اپنی زیادتیوں پر یورپ بھی شرمندہ ہوگیا۔ یہ جتنی نیٹو بمباری کر رہی ہے یوگوسلاویہ پر اگر یہ واقعی بمباری کرتے تو یوگوسلاویہ سرنڈر کر چکا ہوتا۔ یہ پہلے انہیں رات کو بتاتے ہیں کہ فلاں عمارت خالی کر دو کل اس پر ہم بمباری کریں گے۔ یہ جو روز خبریں آتی ہیں امریکہ نے فلاں کارخانہ اڑا دیا' فلاں عمارت اڑا دی میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ اگر واقعی اتنا نقصان ان کا ہوتا تو وہ کب کے سرنڈر کر جاتے۔ پہلے انہیں

بتاتے ہوں گے کہ دنیا کو دکھانے کے لئے ہمیں کچھ کرنے دو' یہ سب آپس میں ملے ہوئے ہیں اور سب مسلمانوں کے خلاف ہیں لیکن اس میں روس وہ واحد طاقت ہے جو علانیہ خلاف ہے۔ آج کیا ضرورت پڑ گئی پاکستان کو روس جانے کی؟ یہاں تو کوئی نہیں بولتا ہم کہہ رہے ہیں انشاء اللہ کہتے رہیں گے' سرمیدان بھی کہیں گے کہ یہ ظلم ہے' یہ یزیدیت ہے' اس کا فعل بھی یزیدیت ہے اور یہ صلح کے لئے جانے والے بھی یزیدوں سے کم نہیں۔

ملک میں جو لوگ ہیں' بھوک سے تنگ آکر خود سوزیاں کر رہے ہیں۔ حکومت کے چیلے غریبوں سے دکانیں چھین لیتے ہیں وہ خودکشی پر مجبور ہیں۔ عدالتوں میں قتل ہوتے ہیں' بسوں میں گاڑیوں میں' ریل میں۔ جہاز میں ڈاکہ ہوا اگلے دن تماشہ دیکھو لو ہوائی جہاز میں آدمی لوٹا گیا۔ سب سے محفوظ ترین سفر تو ہوائی جہاز کا تھا تا ڈاکو کلورو فارم ساتھ لے گیا' آٹھ دس لاکھ روپیہ ایک تاجر سے جو سامان خریدنے جا رہا تھا سیٹ پر ساتھ بیٹھ کر کلوروفارم سنگھا کر اس کا بیگ اٹھا کر اتر گیا اور کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ جہاں ہوائی جہاز میں بھی ڈاکہ ہو گیا اور مداح خوان اور ثناخوان حکومت کے جو ہیں وہ تعریفیں کرتے ہوئے نہیں تھکتے کربلا کے نام پر بھی چندے ہوں گے محرم آگیا ہے بڑی آمدنی ہوگی دیگیں پکاؤ عیش کرو سرمایہ جمع کرو پیسے جمع کرو اس کے علاوہ تمہیں اسلام نے کیا دینا ہے۔ آخرت تو مہنگی خریدنا پڑتی ہے' جانیں دینا پڑتی ہیں' آرام چھوڑنے پڑتے ہیں' تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں کم از کم اسلام کو بیچ کر دنیا سیدھی کر لو یہی سب کا مسلک ہو گیا ہے اور یہی یزیدیت ہے کہ اسلام کے نام پر دنیوی فائدے اٹھائے جائیں۔ حسینیت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ سوچا ہوگا کہ اللہ کا رسول ﷺ مجھ سے پوچھے گا میدان حشر میں کہ تیری تو اپنی جان بھی تیری نہ تھی میری تھی تو نے میرے سارے خاندان کی جانیں لٹوا دیں تو میں کہہ دوں گا کہ یا رسول اللہ ﷺ لوگوں پر حکومت آپ ﷺ کے احکام کو نظر انداز کر کے اپنے حکام نافذ کرنا چاہتی تھی اور میں نے اسے روکنے کے لئے آپ ﷺ کا سارا خاندان کٹوا دیا اور اس اعتماد پر انہوں نے کٹوایا ہوگا کہ میرے رسول ﷺ کو' میرے نبی ﷺ کو' میرے جد امجد کو یہ بات پسند آئے گی۔

خاندان رسالت مآب ﷺ نے حق ادا کر دیا احقاق حق کا اور ظلم کی مخالفت کا' ناحق کو ناحق کہنے کا اور حق کو حق ثابت کرنے کا معیار مقرر کر دیا۔ قیامت تک کوئی دوسرا معیار اس کے مقابلے میں مقرر نہیں کر سکتا ہر کوئی اس کا اتباع ہی کرے گا وہ بڑا خوش نصیب ہوگا وہ جو اس کا اتباع کرے گا لیکن حیف ہے قوم کے اس حال پر کہ انہوں نے خاندان رسالت مآب ﷺ کی اس قربانی کو بھی چندے ہی کا ذریعہ سمجھا۔ اس پر بھی دیگیں ہی پکائیں پیسے جمع کر کے اور دیگیں بھی دوسروں کے روپوں پر پکتی ہیں' گھر سے تو کوئی نہیں پکاتا۔ یہ سارا ثواب دوسروں کی جیبوں سے حاصل ہوتا ہے اپنی جیب خاص سے کوئی چاول بھی پکا کر نہیں دیتا اسے بھی سرمایہ جمع کرنے کا ذریعہ بنا لیا اور یزیدوں کے دروازے پہ جبہ سائی کی جاتی ہے۔ پہلے سیاسی جماعتوں کے مختلف ونگ بنا کرتے تھے۔ یوتھ ونگ ہے جی فلاں ونگ ہے اب دیکھو لو تماشہ مسلم لیگ کا علماء ونگ' پیپلز پارٹی کا علماء ونگ۔ علماء سے بات بڑھ گئی اب مشائخ ونگ ہیں اور علماء اور مشائخ ونگ کا صدر مسلم لیگ کا میرا ایک برخوردار ہے' تھوہا محرم خان کا ملک صفدر علی۔ داڑھی صاف کر کے اتنی اتنی بڑی مونچھ رکھتا ہے جسے کرنل مطلوب صاحب خنزیر مونچھ کہا کرتے تھے۔ طرہ رکھا ہوا ہوتا ہے' اتنی اتنی مونچھ ہے' داڑھی صاف ہوتی ہے' ساڑھے چھ فٹ کا جوان ہے ارد گرد پیر صاحبان اور مولوی صاحبان جس طرح مرغ کے گرد مرغیاں ہوتی ہیں نا۔ اسی طرح گھوم رہے ہوتے ہیں فتوے دینے میں تیز ہیں باتیں کرتے ہوئے ان کا دل نہیں بھرتا لیکن کردار پر نظر کرو تو ایسے لگتا ہے پگڑا باندھ کر جیسے مرغ نے قلغی نکال کر رکھی اور انہوں نے ان مردوں نے برقعے پہنے ہوئے ہوتے ہیں ٹوپی اس کے اوپر ایک پگڑی اس پر ایک برقعہ اور مرغیوں کی طرح اس کے گرد گھوم رہے ہوتے ہیں۔ یہ اسلام ہے؟ یہ حق ہے؟ یہ انصاف ہے؟ یہ کچھ بھی نہیں ہے' یہ یزیدیت کی کاسہ لیسی ہے۔

حضرات گرامی! محرم پیمانہ ہے یزیدیت و حسینیت کو الگ الگ دیکھنے کا۔ یار کوئی کچھ نہ کرے کم از کم دن کو دن اور رات کو رات سمجھتا تو ہو۔ کم از کم حق کو حق اور باطل کو باطل مانا تو جائے۔ کم از کم اتنا تو بندے کے پاس علم ہو کہ وہ کہہ سکے یہ درست ہے اور یہ غلط ہے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس حال میں جب کسوو کے ذبح عظیم پر روس کا ہاتھ چھری چلانے والے ہاتھ کے ہاتھ پر ہے اور وہ کہتا ہے اور ذبح کرو اور چلاؤ چھری کیا حکومت پاکستان کا اس کے ساتھ دوستی کرنا یزیدیت سے کم ہے؟ مت ڈرو کوئی نہیں کھا جائے گا' موت اپنے وقت پر آئے گی اور جب آئے گی وزیراعظم بچا نہیں سکے گا۔ موت جب تک نہیں آتی وزیراعظم ہمارا بگاڑ کچھ نہیں سکے گا' مار نہیں سکے گا' وزیراعظم کو بھی مرنا ہے۔ ایک

وقت آئے گا جب بے نظیر، نواز شریف اور ہم سب اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے وہاں فیصلہ ہو جائے گا' یہاں نہ سہی وہاں ہو جائے گا کون سا لمبا عرصہ ہے اور ایسی بات بھی نہیں ہے انشاء اللہ یہاں بھی ہو گا جلد یا بدیر فیصلہ یہاں بھی ہو گا۔ کربلا یہاں بھی سجے گی' حق اور باطل کا مقابلہ یہاں بھی ہو گا' بے شک ایجنسی والے دس کی پچاس لکھیں' حکومت کو ایک کی ایک ہزار بتائیں اس مقابلے کو کوئی نہیں روک سکے گا۔ حق اور باطل کا مقابلہ ہو گا' انشاء اللہ العزیز حق کو فتح ہو گی۔ نہ صرف پاکستان بلکہ پورے برصغیر پر اسلام نافذ ہو گا۔ یہ کابل سے بنگالہ تک اور ہمالہ سے دکن تک اسلامی ریاست بنے گی۔ یزیدوں کو چوکوں میں لٹکایا جائے گا اور ان کے خزانے عوام پر نچھاور کئے جائیں گے۔ ان کی لوٹ کی دولت کو بیت المال میں لا کر مستحقین میں بانٹا جائے گا۔ ان کے مقدمے سرعام چلیں گے' ہر آدمی کو اجازت ہو گی کہ ان کا مقدمہ دیکھے اور سنے اگر وہ حق کے خلاف ہے تو تنقید کرے اور ان کے ساتھ پورا پورا انصاف ہو گا۔ جہاں جہاں سے جس جس نے جو جو لوٹا ہے' جو مر گئے ہیں لوٹ کر یا لوگوں کو قتل کر کے' ان قاتلوں کی قبروں پر بھی کتبے لگائے جائیں گے کہ یہ فلاں فلاں کا قاتل ہے۔ تو حضرات گرامی! تاریخ اسلامی کا یہ پہلا مہینہ ان شہادتوں کا امین ہے۔ شہادت تو گواہی کو کہتے ہیں یہ قتل ہو جانے کو شہید اللہ نے کیوں کہا اب تو ایسا زمانہ آیا ہے کہ بسم اللہ تو کی تھی جنرل ضیاء الحق مرحوم نے جب گوردوارے پر فوج کشی کی اندرا گاندھی نے تو جو سکھ مارے گئے تھے ضیاء الحق صاحب نے سب سے پہلے فرمایا تھا کہ وہ سکھ شہید ہو گیا۔ اب اس کے بعد ہندوستان نے بھی وہ اصطلاح اپنالی اور جو ہندو بھی مارا جاتا ہے لڑائی میں یا کشمیر میں یا کہیں تو وہ کہتے ہیں شہید ہو گیا۔ جب سکھ شہید ہو گیا تو ہندو بھی ہو سکتے ہیں۔ ہندو سکھ یا کافر شہید نہیں ہوتا شہید کا معنی ہے گواہ اور شہید اسے کہتے ہیں جو حق کے لئے لڑتا ہوا جان کی بازی لگا دے۔ تو اللہ کہتا ہے اس نے حق کو حق کہنے کی گواہی کا حق ادا کر دیا۔ یہ گواہ ہے حق کا کہ جس نے حق پہ جان ہار دی لیکن حق سے منہ نہیں موڑا اور حق کو حق کہتا رہا' باطل سے سمجھوتہ نہیں کیا یہ گواہ ہے اور فرمایا میرے جو گواہ ہیں یہ خواہ قتل ہو جائیں' ان کے جسموں کے پرخچے اڑ جائیں' آپ انہیں قبر میں دفن کر دیں آپ ان کا جنازہ پڑھ لیں لیکن انہیں یہ مت کہو کہ یہ مر گئے یہ مرا نہیں کرتے۔

بل احیاء یہی تو زندہ ہیں حقیقتاً" تو زندگی کا راز انہوں نے پایا زندگی تو انہیں نصیب ہوئی۔ یا اللہ! جو دفن ہو گئے بدنوں کے پرخچے اڑ گئے کیسے زندہ ہیں۔ وہ فرماتا ہے ولکن لا تشعرون تمہارے شعور سے' تمہاری عقلی اور علمی استعداد سے یہ بات بالاتر ہے کہ بدن فنا ہونے کے بعد بھی زندگی کیسے باقی رہتی ہے' یہ تم نہیں سمجھ سکتے دوسری جگہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلو فی سبیل اللہ امواتا یعنی یہ گمان کرنا بھی حرام ہے کہ جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا وہ مردہ ہے' یہ سوچنا بھی حرام ہے ولا تحسبن الذین ان لوگوں کے بارے میں ایسا سوچو بھی نہیں۔ موت ضرور آئے گی لیکن وہ حق کے ساتھ آئے گی یا باطل کے ساتھ اس کا انتخاب اللہ نے ہم پر چھوڑ دیا اور اسی کا حساب ہو گا۔ ہم موت کو نہیں ٹال سکتے' ہم بیماریوں کو نہیں ٹال سکتے' ہم قدرت کے کسی عمل کو روک نہیں سکتے لیکن اپنا راستہ منتخب کر سکتے ہیں فرمایا۔

و ھدینہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا" میں نے راستے واضح کر دیے اور تمہیں اختیار دے دیا ہے شکر کا راستہ اختیار کرتے ہو یا کفر کا موت کے گلے کہاں لگنا چاہتے ہو' ظلم کے راستے پر' کفر کے راستے پر یا حق کے راستے پر۔ حق کے راستے پر موت کو شکست ہو گی' موت فنا ہو جائے گی' تم باقی رہو گے اور باطل کے راستے پر تم فنا ہو جاؤ گے' موت کے گھاٹ اتر جاؤ گے' تمہارا کچھ باقی نہیں بچے گا۔

سو یہ واقعہ کربلا حق کے راستے کی قیمت واضح کر جاتا ہے۔ میں کیا ہار سکتا ہوں آپ کیا قربان کر سکتے ہیں ہمارے پاس ہے کیا ایک گناہ گار وجود اور اس دور کا اگر سرمایہ ہم دیں گے تو اس دور میں حلال نایاب ہے۔ میرا آپ کا سب سرمایہ سودی نظام معیشت کا حصہ ہے' یہ حرام کے پیسے اور ایک گناہگار وجود اور ایک گناہ سے آلودہ روح ہم قربان کریں گے؟ قربانیاں تو انہوں نے دیں جن کی ارواح بھی مقدس تھیں' جن کے وجود بھی مقدس تھے' جن کا ایک ایک لقمہ حلال تھا' جن کا ایک ایک کلمہ حق تھا' جن کی ایک ایک ادا سنت رسول ﷺ تھی اور جن کے خدوخال محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر تھے تو یہ ماہ مبارک دعوت دیتا ہے احقاق حق کی' کھری بات کہنے کی' ظالم کو اس وقت ظالم کہا جائے جب وہ ظلم کر رہا ہے' یہ مدد ہے ظالم کی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد ہم کیسے کر سکتے ہیں؟ فرمایا! اس کو ظلم سے روک کر' یہ بھی اس کی مدد ہے کہ اسے ظلم سے روک دو کہ وہ جہنم جانے سے بچ جائے۔

اللہ کریم حق سمجھنے کی حق بیان کرنے کی حق پر عمل کی اور حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسلمان حاکم کے خلاف خروج کا وجوب

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

سالانہ اجتماع دار العرفان 9-9-99

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت عالی تمام جہانوں کے لئے، عالمین کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔ عالمین کے امور دو حصوں میں بانٹے جاسکتے ہیں ایک وہ جو تکوینی طور پر ہوتے ہیں جنہیں قدرت سرانجام دیتی ہے جن میں انسانی کوشش کو انسانی عمل کو یا انسانی سوچ کو دخل نہیں ہوتا۔ ان تکوینی امور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے رحمتیں کس طرح پہنچتی ہیں اس کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں شاید ہماری عقل میں بھی بات نہ آسکے میں "ضمناً" ایک بات عرض کیے دیتا ہوں کہ عمومی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دنیا میں تشریف لانے کے بعد میرے مبعوث ہونے کے بعد قوموں پر جو اجتماعی عذاب آیا کرتے تھے وہ بھی ختم ہو گئے اور جو صورتیں مسخ ہو جایا کرتی تھیں قومیں بندر اور خنزیر بن جایا کرتی تھیں وہ بھی ختم ہو گئیں۔ ایک حد تک جرم کی اس حد پر پہنچ کر صورتیں مسخ ہو جاتیں زمین دھنس جاتی آسمان سے آگ برسنے لگتی آسمان سے پتھر برستے بے شمار ایسے واقعات کتاب اللہ میں ملتے ہیں تاریخ انسانی میں ملتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد وہ ہلاکتیں وہ عذاب الٰہی جو اجتماعی طور پر آتے تھے ختم ہو گئے۔ پھر یہ جسے آپ نئی روشنی کا کمال سمجھتے ہیں قدرتی وسائل پر انسانوں کی دسترس کہ ہواؤں میں پرواز یہ سمندروں پہ حکمرانی، یہ زیر زمین دولت کے خزانوں کا پالینا زیر آب خزانوں کا پالینا آسمانوں تک اور بلندیوں تک اور چاند تک کی پرواز کے خیال سوچنا یہ سب کچھ وہ برکات ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نسل انسانی کو نصیب ہوئیں۔ سورج کو چاند کو ستاروں کو آسمانوں کو عرشوں کو عرشی مخلوق کو فرشتوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے رحمتیں کس طرح پہنچتی ہیں یہ ہماری رسائی سے بات دور ہے ہمارے علم سے بات بالاتر ہے ہمارے لکھنے پڑھنے سے یہ بالاتر ہے۔ انسانی وجود کے بننے میں زمین سے کھیتوں کے اگنے میں بارشیں ہونے میں قحط سالیوں سے بچاؤ میں عمومی بیماریوں سے بچاؤ میں کس کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر سے رحمتیں پہنچتی ہیں وہ ہم نہیں جانتے لیکن ضرور پہنچتی ہیں کہ اللہ نے فرمایا۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

کائنات کی ہر شے کو ہر جگہ اور ہر وقت وہ رحمت پہنچتی ہے بلکہ ہر چیز کا وجود خود اللہ کی تخلیق پہ اس کی خلقت پر اس کی ربوبیت پہ اس کی وجہ سے موجود ہے اور ربوبیت شعبہ ہے رحمت الٰہی کا ایک حصہ ہے ربوبیت، ہم بات کرنا چاہیں گے دوسرے حصے کی۔ ایک حصہ کہ رحمتیں تکوینی طور پر قدرتی طور پر پہنچ رہی ہیں اس میں ہمارا عمل دخل نہیں ہے۔

دوسرا حصہ یہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے کوئی سبب بنتا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمۃ للعالمین کا کوئی حصہ کسی دوسرے تک پہنچانے کا۔ کفر و شرک پھیل رہا ہے اللہ کے بندے جہنم میں گر رہے ہیں۔

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا

میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں اچک لیا تم تو جہنم کے کنارے کھڑے تھے اس میں گرنے والے تھے۔ تم میں اور جہنم میں صرف موت حائل تھی تم مشرک تھے اور اگر موت آتی تو سیدھے جہنم میں گرتے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اچک لیا بچا لیا۔ کفر و شرک کے مقابلے میں توحید کی تبلیغ دین کی تبلیغ توحید و رسالت کا پیغام ایمان کا پیغام جو بھی جہاں بھی پہنچاتا ہے وہ سبب بن رہا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو تقسیم کرنے کا۔ اگلا قبول کرتا ہے خوش نصیب ہے نہیں قبول کرتا بدنصیب ہے لیکن اس کا حق ادا ہو گیا۔ یہ جتنی رحمت عقائد کے بارے میں ایمان کی رحمت کفر کے مقابلے میں شرک کے مقابلے میں توحید کی دولت یہ اس کی تبلیغ یعنی یہ زبانی پہنچائی جاسکتی ہے تحریر سے تقریر سے بیان سے پہنچائی جاسکتی ہے منوانے کا کوئی مکلف نہیں ہے کوئی ذمہ دار

نہیں ہے کہ اگلے نے مانا یا نہیں مانا۔ خلوص نیت سے اور پوری طرح محنت کر کے وہ بات وہاں پہنچائی جائے جہاں اس کی ضرورت ہے۔ جہاں کفر ہے وہاں اسلام کا بنیادی ایمان کا عقیدے کا پیغام پہنچایا جائے۔ جہاں لوگ مسلمان ہیں لیکن بے عمل ہیں وہاں اعمال اور احکام کی اہمیت اور ضرورت اور فوائد کی بات پہنچائی جائے اور حکومت اسلامی مکلف ہے کہ جو بندہ کلمہ پڑھ لیتا ہے اسے اسلام پر حکماً" عمل در آمد کرائے' میں اور آپ نہیں۔ کافر پر اسلام نافذ نہیں کیا جا سکتا لیکن کلمہ پڑھنے والے پر درے مار کر ڈنڈے مار کر جوتے مار کر اسلام لاگو کیا جائے گا۔

لا اکراہ فی الدین سے مراد ہے کہ دین کسی سے زبردستی منوایا نہیں جائے گا لیکن جس نے مان لیا ہے اگر جھوٹ بولے گا درے پڑیں گے چوری کرے گا ہاتھ کٹ جائیں گے ڈاکہ کرے گا پاؤں کٹ جائے گا قتل کرے گا اسے قتل ہونا پڑے گا کسی کا دانت توڑے گا اس کا دانت توڑا جائے گا کسی کا کان کاٹے گا اس کا کان کاٹا جائے گا یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد اسلام پر حکماً" عمل کروایا جائے گا لیکن میں اور آپ اس کے ذمہ دار نہیں اس کے ذمہ دار حکمران ہیں اللہ ان سے پوچھے گا جن کے پاس اقتدار و اختیار ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ اگر ہم کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھیں تو قاتل واجب القتل ہے اس کی سزا موت ہے لیکن اسے حکومت' حکومت کا ادارہ' عدالت' پھانسی پر لٹکا سکتی ہے میں اور آپ اسے اس جرم میں قتل کر دیں کہ اس نے قتل کیا ہے تو وہ ایک اور قتل ہو جائے گا ہم پر مقدمہ بن جائے گا۔ قانون کو استعمال کرنے کا اختیار ہمیں نہیں ہے۔

لہٰذا جہاں کفر ہے وہاں ایمان کی تبلیغ ہوگی اور جہاں اسلام ہے وہاں ہم بتا تو سکتے ہیں کہ یہ بہتر ہے لیکن منوانا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ہم زبردستی منوا نہیں سکتے۔ جیسے آجکل گولی چل رہی ہے' اسے گولی مار دو شیعہ ہے' اسے مار دو سنی ہے' اسے گولی مار دو دیوبندی ہے' اسے مار دو بریلوی ہے' یہ جائز نہیں ہے۔ بندوق کی نالی سے عمل کرانے کا حکم کسی کو بھی نہیں ہے۔

جہاں ظلم ہے زیادتی ہے وہاں جہاد ہوگا اور بنوک شمشیر ظلم کو روکا جائے گا جہاں بھی روئے زمین پر کہیں بھی ظلم ہو رہا ہے اسے روکنے کے مسلمان مکلف ہیں من حیث القوم اب اگر مسلمان حکومتیں ایسی بناتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں بھی اسلام نافذ نہیں کرتیں تو اس کے جواب وہ بھی مسلمان ہوں گے میدان حشر میں کہ تم ایسے بے دینوں بدمعاشوں کو حکومت کیوں دیتے ہو۔ ہر وہ بندہ اس ظلم میں شریک ہے جو حکمران کرتے ہیں جس نے انہیں ووٹ دیا ہے وہ برابر کا حصہ دار ہے اس میں۔ جتنا وہ لوٹتے ہیں جتنی وہ لوگوں کی عزتیں لوٹتے ہیں جتنا وہ حق و انصاف کا خون کرتے ہیں جتنا وہ دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اس ظلم کا ہر وہ بندہ حصے دار ہے جس نے اس بندے کو ووٹ دیئے ہیں حکمران بننے کے لئے اور یہ مت بھولیے کہ ظلم کرنے والے پر جو بوجھ ہے ظلم کی جو سزا ہے وہ کم ہو جائے گی نہیں سب کو اتنی اتنی تقسیم ہوگی۔ اس کی کم نہیں ہوگی۔ اس کی کم نہیں ہوگی بلکہ دوسرے حصے داروں کو بھی اتنے اتنے جوتے نصیب ہوں گے یہ نہیں کہ اسے سو جوتے پڑنے ہیں تو دس حصہ دار اور بن گئے تو دس دس ہو گئے نہیں پھر جوتے بھی ہزار ہو جائیں گے اور دس کو بھی سو سو پڑیں گے۔

جب بھی حکومت بننے کی باری آتی ہے تو ہمارے پارسا لوگ ووٹ دینے ہی نہیں جاتے۔ جو ووٹ نہیں دیتا وہ بھی بدمعاشوں کو حکومت بنانے کا موقع دیتا ہے جو حصہ نہیں لیتا حکومت سازی میں وہ شریف آدمی بھی بے دینوں اور بدمعاشوں کے لئے میدان خالی کر دیتا ہے وہ بھی ذمہ دار ہے لہٰذا پوری دیانت داری سے ایسے لوگوں کو آگے لائیں جن پر اللہ کا خوف ہو جن میں اللہ کا دین ہو جو دین پر عمل کرتے ہوں جنہیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو اللہ کے دین سے محبت ہو تاکہ آپ کے ادارے جو ہیں ان کی اصلاح ہو۔ اگر وہ حکمران ظلم کو روکنے کے کام نہیں کرتے بلکہ خود ظلم میں شامل ہو جاتے ہیں تو شرعاً" واجب ہے مسلمانوں پر کہ ایسے حکمران سے اختیار چھین لیں اور اسے تبدیل کر دیں اسے حکومت میں رہنے کا کوئی حق نہیں اگر لوگوں نے اعتماد کیا لوگوں نے شریف آدمی سمجھا نیک سمجھا اور انہوں نے ووٹ دے دیئے رائے دے دی اور بندہ حکمران بن گیا جب حکمران بن کر بگڑ جائے تو خروج لازم ہوگا۔ خروج مسلمان حاکم کے خلاف کیسے کیا جا سکتا ہے اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اتباع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے' سنت سے' دین کی اتباع سے ہٹ جائے اور باز آنے کی امید نہ رہے تو پھر اسے قوت بازو سے جوتے مار کر اسے اتار دیا جائے گا حکومت سے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جمعہ کے خطبے میں جمعہ کا بیان کرنے سے پہلے ایک سوال پیش فرما دیا فرمایا کہ لوگو! میں اب وہ پہلے والا عمر نہیں ہوں میں صرف تمہارا امیر نہیں

ہوں بلکہ میرے قدموں میں قیصر و کسریٰ کی طاقتیں پاش پاش ہو چکی ہیں اور دنیا کو میری افواج فتح کرتی جا رہی ہیں آج دنیا کا کوئی حکمران ایسا نہیں ہے جو عمر کا نام سنے اور اسے پسینہ نہ آئے۔ میرے پاس بے پناہ طاقت ہو گئی ہے اب اگر میں خلاف سنت حکم دینا شروع کر دوں تو تم میرا کیا کر لو گے؟ میرے پاس تو بہت بڑی طاقت ہے تو ایک صحرائی ایک بدو اٹھ کر کھڑا ہو گیا بلا تکلف بغیر جھجک کے سب سے پہلے کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی تلوار نکالی اس نے کہا اے عمر ابھی ہماری رگوں میں اتنا خون باقی ہے کہ ہم تجھے اپنی تلواروں سے سیدھا کر دیں گے۔ ابھی ہمارے بازوؤں میں اتنی جان ہے ہماری تلواروں میں اتنی کاٹ ہے کہ ہم تجھے مجبور کر دیں کہ یا تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ چلے گا یا ہم تیرے پرخچے اڑا دیں گے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب تم اس قابل ہو کہ میں تم سے بات کروں۔ جب تم میں یہ بات نہیں رہے گی تو تم لوگ اس قابل بھی نہیں رہو گے کہ کوئی تم سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرے۔ کیا فائدہ ہو گا تم سے بات کرنے کا بھیڑوں کو وعظ سنانے کا کیا فائدہ ہو گا۔

تو اگر حکمران حق و انصاف پہ نہیں چلتا ظلم کا مقابلہ نہیں کرتا خود ظلم کرتا ہے تو مسلمانوں پہ واجب ہے کہ اسے کان سے پکڑ کر اختیارات سے الگ کر دیں اور اس کی جگہ کسی دین دار نیک شریف متقی اور اہل آدمی کو بٹھائیں چونکہ حکمرانی کے لئے صرف نیکی اور تقویٰ شرط نہیں ہے حکمران کی اہلیت بھی شرط ہے۔

اس وقت دنیا میں عالم اسلام میں یا مسلمان حکومتوں میں مسلمان ممالک میں سب سے بڑا عسکری اعتبار سے سب سے طاقتور' معاشی وسائل کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ' علوم و فنون کے میدان میں سب سے آگے اور مجاہدین اور جہادی قوتوں کے اعتبار سے تمام ممالک سے آگے جو ملک ہے وہ ہے پاکستان۔ جو قوت دینی جس پائے کے دینی علماء جس پائے کے دینی مدارس جس پائے کا دین علم پاکستان میں ہے آج روئے زمین پر اس پائے کا علم نہیں ملتا آج میں نے حرمین کے علماء کی تحقیقات پڑھی ہیں وہ سطحی ہیں بالکل سطحی ہو گئی ہیں جیسے پرائمری کا بچہ بات کرتا ہے اس سطح کی بات کرتے ہیں۔ نام بڑے بڑے ہیں چونکہ سعودی حکومت کے علماء ہیں نام بڑے بڑے ہیں لیکن جب بات کرتے ہیں تو بالکل ایسی سطحی بات کرتے ہیں۔ بھلا آپ یہ بتایئے علماء حرمین نے جو فتویٰ دیا کہ باہر سے جو گوشت آتا ہے مرغی کا ہے یا بکرے کا ہے یا کسی کا پیک ہو کر آتا ہے اور وہ ذبیحہ تو نہیں ہے۔ کافر ملکوں سے آتا ہے انہوں نے نہ تکبیر پڑھی نہ ذبح کیا انہوں نے جانور کاٹا گوشت پیک کر کے بھیج دیا تو آپ اس پر کھانے کے لئے جب بیٹھیں تو بسم اللہ پڑھ لیں وہ حلال ہو جائے گا یہ جہالت ہے یا علم ہے۔ کیا اسے علمی تحقیق کہا جائے یا اسے جہالت کہا جائے۔ یہ جہالت ہے یہ علمی تحقیق نہیں ہے نہ یہ علم ہے اور نہ یہ علمی تحقیق ہے یہ جہالت ہے۔ میں خود اپنے کانوں سے سن رہا تھا ٹیلی ویژن پر مسائل کے سوال و جواب ہو رہے تھے تو سوال لوگ لکھ کر بھیج دیتے پھر ایک مولانا بیٹھے ہوتے تھے وہ سوال پڑھتے اور اس کا جواب دیتے۔ سوال تھا کہ اگر نماز قضا ہو جائے آدمی وقت پر ادا نہ کر سکے تو کیا کرے قضا کرنے کا طریقہ کیا ہے اب ظاہر ہے چوٹی کا عالم ہو گا جو پورے سعودی عرب کو دے رہا ہے جواب اور پوری مسلم دنیا میں جا رہی ہے آجکل تو باون ترپن ملکوں میں جاتی ہے آواز۔ اس نے کہا جی نماز فرض ہے وقت کی' وقت گزر گیا فرضیت ختم ہو گئی' اسے پھر دہرانے کی ضرورت نہیں ہے توبہ استغفار کر لے۔ جب کہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز لوٹائی ہے اور قضا فرمائی ہے۔ تو کیا یہ علم ہے' تحقیق ہے یا جہالت ہے۔ کوئی پاکستان کے کسی محلے کے کسی مولوی سے پوچھیں وہ یہ مسئلے بتا دے گا۔ عالم سے نہیں پاکستان میں کسی گاؤں کی محلے کی مسجد میں جائیں وہاں جو ملاں نام کا ایک عام آدمی غریب آدمی بیٹھا ہے وہ یہ مسئلے بتا دے گا جو علمائے حرمین کو نہیں آتے۔ علمی باتیں تو دور کی بات ہے نام بڑے اور درشن چھوٹے۔ پاکستان میں علماء بھی ہیں دینی علم بھی ہے پاکستان میں دین پر عمل کرنے والے 80 فیصد لوگ ہیں پاکستان کی آبادی میں 80 فیصد وہ لوگ ہیں جو دین پر پیدا ہوتے ہیں اور دین پر مرتے ہیں اور ساری زندگی دین پر عمل کرتے ہیں اگر کوئی خلاف دین جائے تو اس کے ساتھ کھانا پینا ملنا جلنا اٹھنا بیٹھنا بند کر دیتے ہیں مقاطعہ کر دیتے ہیں اس کا۔

اگر پاکستان میں کسی کی آبرو محفوظ نہیں ہے کسی کی جان محفوظ نہیں ہے کسی کا مال محفوظ نہیں ہے تو باقی ممالک کا کیا حشر ہو گا جو علم میں بھی اس سے پیچھے ہیں ورع تقویٰ میں بھی اس سے پیچھے ہیں' باقی وسائل میں بھی اس سے پیچھے ہیں' اگر پاکستان میں بھوک اور افلاس ہے اور لوگ بھوک سے مرتے ہیں تو باقی ممالک میں کیا حال ہو گا۔

آپ حج پر یا عمرے پر جاتے ہیں تو سعودی عرب کی جدہ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی عمارتوں کو دیکھ کر دھوکا نہ کھائیے۔ سعودی عرب کے دیہات میں بھی جا کر دیکھئے تو ان کے چمڑے بھی دھوپ میں سڑ گئے ہیں بھوک نے ان کے پیٹ کمر سے لگا دیئے ہیں۔ وہاں بھی اگر باہر نکل کر انٹیریئر (INTERIOR) میں دیکھیں اور خود ان عظیم شہروں میں بڑی بڑی عمارتوں کے پیچھے جا کر دیکھیں جو لوگ ٹین کی چھتوں میں رہتے ہیں تو پتہ چل جاتا ہے۔

تو اگر پاکستان میں بھی عدل نہیں ہے' پاکستان میں بھی امن نہیں ہے' پاکستان میں بھی سکون نہیں ہے' پاکستان میں بھی دین پر عمل نہیں ہوتا تو پھر کہاں ہوگا۔ باقی بچپن ممالک میں انگریزی تہذیب کو سراہا جاتا ہے' انگریزی لباس کو سراہا جاتا ہے' انگریزی طرز کے کھانوں کو سراہا جاتا ہے۔ سعودی عرب میں بچیاں بڑی چادر اور برقعہ لے کر نکلتی ہیں جس کے نیچے انہوں نے بھی جینز پہن رکھی ہوتی ہے۔ اور گھروں کا یہ عالم ہے کہ باپ بیٹیاں بہن اور بھائی ایک ٹیلی ویژن پر بیٹھ کر بلیو فلمیں دیکھتے ہیں۔ کفر کی طاقتوں کے لئے اب اگر کوئی اور رکاوٹ باقی ہے تو پاکستانی مسلمان ہیں باقی سب کو وہ مسخر کر چکے ہیں۔ اگر آج پاکستان بھی یہودیوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے میں امریکہ نہیں کہتا اس لئے کہ امریکہ بھی مظلوم ہے جو لوگ امریکہ پر ناراض ہوتے ہیں اور جو امریکہ کو گالیاں دیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے امریکہ خود مظلوم ہے اور چند لاکھ یہودیوں نے امریکہ کو بھی یرغمال بنا رکھا ہے امریکہ میں بھی یہی حال ہے۔

ایک دن ہمیں نیویارک میں کچھ چکر لگانے پڑے دو جگہ آنا جانا پڑا تو ساٹھ ڈالر صرف پلوں کا ٹیکس تھا جو دن بھر میں ہم نے دیا ہر پل پر دو ڈالر ایک ڈالر آدھا ڈالر' دوبارہ گزرو پھر دو' پھر جاؤ پھر دو جیسا آپ کے راوی کے پل پر ہے' جہلم کے پل پر ہے' ایک دفعہ گزرو ٹیکس دو' دوسری دفعہ گزرو دوبارہ دو۔ اب کوئی سرائے عالمگیر رہتا ہے وہ دو چکر چار چکر جہلم کے لگائے تو اتنا پٹرول نہیں جلے گا جتنا پل والے پیسے لیں گے۔ شاہدرہ والے لاہور جائیں اور لاہور والے شاہدرہ آئیں تو ایک دو چکر لگائیں اس میں اتنا پٹرول نہیں جلے گا جتنا وہ راوی پل والے پیسے لیں گے یہ وہاں سے انہوں نے در آمد کیا امریکہ میں یہودیوں نے یہ طریقہ کر رکھا ہے۔ امریکی معیشت انہوں نے الٹ دی ہے عام شہری یہودیوں سے قرض لے کر ہفتہ گزارتا ہے اور پھر اس کی تنخواہ ہفتے وار یہودی وہاں سے لے لیتا ہے اور اس سے سود لیتا ہے۔ امریکہ بھی مظلوم ہے۔ یہودیوں کے آگے ایک ایک کر کے مسلم ممالک گھٹنے ٹیکتے جا رہے ہیں آخر میں پاکستان ہے۔ اللہ نے پاکستان کو ایٹمی قوت بھی بنا دیا پاکستان میں دینی علوم بھی موجود ہیں دینی علماء بھی موجود ہیں اور دین پر عمل کرنے والے بھی موجود ہیں۔ جب تک پاکستان یہودیوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکتا تب تک باقی مسلمانوں کے بھی واپس آنے کا امکان باقی ہے اگر صرف یہی بات ہوتی کہ ایک پاکستان ہے چلو خیر ہے برداشت کر لیتے اگر پاکستان یہودیوں کے سامنے سرنڈر نہیں کرتا تو پھر خطرہ یہ ہے کہ باقی بچپن ممالک میں بھی انقلاب آئے گا اور وہ پھر واپس آجائیں گے اور پھر چیزیں بدلنا شروع ہو جائیں گی۔

جیسے اب ترکی میں شروع ہو گیا۔ لوگوں نے پھر سے نمازیں پڑھنا شروع کر دیں حج کرنا شروع کر دیئے حکماً" داڑھی رکھنا منع ہے اذان دینا منع ہے جماعت کرانا منع ہے لیکن لوگ پھر پڑھتے ہیں حج پہ جاتے ہیں لوگ پھر شروع ہو گئے مار کھا رہے ہیں لیکن لگے ہوئے ہیں۔ تو اب یہ آخری کوشش پاکستان پر ہے اس کا سب سے بڑا ایک حربہ جو ہے وہ یہ ہے کہ انہیں معاشی طور پر اتنا کنگال کر دو کہ یہ دانے دانے کو ترسیں اس کے انہوں نے دو طریقے اپنائے ایک تو یہ ہے کہ زیر زمین سے جو دولتیں نکلتی ہیں ان کو وہ نکالنے نہ دیا جائے روک دیا جائے۔ بلوچستان میں شاید گلف سے زیادہ تیل ہے بلوچستان میں سٹیل کے ذخائر دنیا سے زیادہ ہیں دوسری دھاتیں کاپر وغیرہ بلوچستان میں دنیا سے زیادہ ہیں اور ہمارے جو ہیں ریسرچ سکالر انہوں نے وہ چیزیں تلاش کی ہوئی ہیں۔ بلوچستان سے کوئی نہیں نکالتا خام سٹیل بلکہ آپ کی سٹیل مل کے لئے آسٹریلیا سے یہودیوں کی فرموں سے منگایا جاتا ہے اور جس ایریا پر بلوچستان میں سٹیل دریافت ہوا ہے وہ لیز پر دے دیا ہے حکومت پاکستان نے انہی یہودی فرموں کو بھیڑوں کے فارم بنانے کے لئے شیپ فارمنگ کے لئے لیز پر۔ آپ بلوچستان کے تیل کو بھول جائیے یہاں یہ ہمارے ساتھ ایک' ڈیڑھ کلومیٹر پر جو فرم تلاش کر رہی تھی اس نے کہا یہاں پٹرول ہے حکومت نے ٹھیکہ دیا اربوں روپے کا۔ دس کروڑ روپے میں تو تین چار کلومیٹر سڑک بنی۔ دس کروڑ کا ٹھیکہ تھا اس کا وہاں بور شروع ہوا وہ سارے منصوبے پہ جتنی رقم مختص تھی وہ خرچ ہو گئی انہوں نے کھالی اور رگ نمک کی تہہ کو کاٹ کر نیچے نہیں گئی حالانکہ جب نمک کی تہہ ختم ہو

جاتی ہے تو جتنی یہ موٹائی ہے اس سے دوگنا اور موٹائی کے نیچے تیل ہوتا ہے نمک کی تہہ عموماً ہزار بارہ سو تیرہ سو فٹ تک جاتی ہے اور تیل بتیس سو بتیس سو فٹ پر جاکر ملتا ہے تو سال سوا سال یہاں رگ چلتی رہی اس نے نمک کی تہہ نہیں کاٹی وہیں گھومتی رہی آٹھ نو سو فٹ ہزار فٹ لے جاکر وہیں گھماتے رہے نیچے گیا ہی کوئی نہیں اور پھر ریزلٹ آگیا جی میری معلومات کے مطابق لاکھوں ڈالر اس فرم کو یہودیوں نے بھی دیے کہ تم کہہ دو کہ جی یہاں تیل نہیں ہے۔ جو رقم پاکستان نے دی ہے وہ بھی کھاجاؤ اس کا حساب بھی بنادو حساب بنانے میں کیا دیر لگتی ہے لسٹ بنا کے دے دو ادھر خرچ ہوگیا ادھر خرچ ہوگیا ادھر خرچ ہوگیا اور اتنے ڈالر ہم سے بھی لے لو ان کا تیل نہیں نکلنا چاہئے۔ یعنی معاشی طور پر زیر زمین دولت جو ہے معدنیات یا تیل اس سے انہیں محروم کیا جائے۔ ایسے کرپٹ لوگوں کو آگے لایا جائے کہ کبھی زمیندار کو وقت پر بیج نہ دیں کبھی وقت پر کھاد نہ دیں کبھی ان کی فصلوں کو وقت پر پانی نہ ملے۔ یہ باقاعدہ ہوتا ہے آپ دیکھ لیجئے جب فصلیں آپ بیچ چکتے ہیں تو اعلان آجاتا ہے جی فلاں مرکز سے اتنا بیج خریدو جب بیجائی کا وقت ہوتا ہے تو دھکے کھاتے رہو کہتے ہیں ہے ہی نہیں۔ جب فصلیں اگتی ہیں تو نہریں بند ہو جاتی ہیں اور جب فصلیں نہیں ہوتیں تو نہروں میں پانی لبالب بھرا ہوتا ہے یہ منصوبہ بندی سے ہوتا ہے جہاں سیم ہے سندھ کے علاقوں میں جہاں سیم ہے وہاں نہریں بند نہیں ہوتیں سارے علاقے دلدل بنے ہوتے ہیں جہاں ریگزار ہیں صحرا ہیں جہاں پانی چاہئے وہاں بند ہو جاتی ہیں کہ ان کی زراعت کو تباہ کرو ان کو زیر زمین سے کچھ نہ لینے دو۔ پھر جو کچھ ہے وہ حکمرانوں کو لوٹ کر اپنے ممالک میں لے آنے کی ترغیب دو۔ یعنی جو دولت میرے پاس ہے جو سرمایہ آپ کے پاس ہے اگر یہ برطانیہ امریکہ یا سویڈن کے کسی بنک میں ہوگا تو اس ملک کی معیشت میں خون بن کر دوڑے گا تو یہ بجائے خود ایک بہت بڑا جرم ہے کہ ملک سے دولت غیر ملکی بنکوں کو منتقل کی جائے جب کہ ہمارے حکمران جو ٹیکس جو ریونیو آتا ہے اسے لوٹ کر باہر لے جاتے ہیں اور وہی حکومتیں' وہی یہودی ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں آپ ہمارے پاس جمع کرا دو۔ بھئی پوری دنیا میں انصاف کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بے ایمانو! ڈاکے کے مال تم جمع کیوں کرتے ہو تمہیں نہیں پتہ پاکستان کو تم قرض دے رہے ہو۔ ضیاء الحق کا حادثہ جب ہوا 87ء میں تو پاکستان سولہ ارب ڈالر کا مقروض تھا یہودی کا۔ 87ء سے 99ء تک وہ قرضہ بیالیس ارب ڈالر ہو چکا ہے اور شاید چند دنوں میں وہ چھپن ارب ڈالر تک چلا جائے چونکہ چودہ ارب ڈالر کا اور منصوبہ ان کا لینے کا ہے۔ یہ سولہ سے بیالیس اور پھر چھبیس ارب ڈالر بنے یہ جو ان بارہ سالوں میں باہر سے چھبیس ارب ڈالر امداد آئی وہ پاکستان میں کس کو ملی؟ مزدور کو؟ کاشتکار کو؟ ملازم کو؟ کس کی تنخواہ میں اضافہ ہوا اور کس کو مزید سہولتیں نصیب ہوئیں؟ کسی کو ملیں؟ یہاں تو ٹیکس ہی لگتے رہے ہیں۔

قرضہ بیالیس ارب ڈالر اور صرف امریکہ کے بنکوں میں دو سو پاکستانیوں کا ایک سو بیالیس ارب ڈالر جمع ہے۔ جو قرضے کا بیالیس ارب ڈالر بھی لے گئے اور سوا ارب ڈالر مزید ٹیکسوں کی صورت میں غریب لوگوں سے لوٹ کر لے گئے۔ آج اگر ایک سو بیالیس ارب ڈالر پاکستان میں لایا جائے' پاکستان کے قومی خزانے کے پاس ہو' پاکستان میں کیا کمی ہوگی۔ ہر بے روزگار کو پنشن دی جاسکتی ہے۔ لیکن کیوں آئے جبکہ یہودیوں کا منصوبہ ہی یہی ہے وہ جانتے ہیں قرضہ دیتے ہیں چودہ کروڑ آدمیوں کے نام پر' لوٹ کر وہ تھوڑے سے بندے لے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہاں ہمارے پاس جمع کردو تم جاؤ اور لوٹ کر لے آؤ۔

اب کچھ اللہ کے غیرت مند بندوں نے پاکستان کی بقا کے لئے ایک ایسے جہاد کا سلسلہ چھیڑا جہاں ہندوستان کی رگ جاں پھنس گئی یہ پہلی بار نہیں ہے 47ء میں جب ملک تقسیم ہوا اور 48 میں کشمیر پر جھگڑا ہوا تھا تو مجاہدین سری نگر کو اپنے قبضے میں لینے کی پوزیشن میں پہنچ گئے تھے۔ ہندوؤں نے سری نگر خالی کرنا شروع کر دیا تھا سیز فائر ہو گیا نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب شہید ملت ہیں۔ سیز فائر کرادیا یہ بڑے مزے کے لوگ ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں پھر شہید بھی ہو جاتے ہیں جنت بھی ان کی دنیا بھی ان کی۔ اگر وہ سیز فائر نواب زادہ صاحب نہ کراتے تو کشمیر کا فیصلہ اسی دن ہو چکا تھا کہ اگر سری نگر جموں یا سری نگر مسلمان لے لیتے تو وہی اکلوتی سڑک اکلوتا راستہ ہے جو ہندوستان سے کشمیر جاتا ہے ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا تعلق ہی ختم ہو جاتا ہے۔ نہ ہوا 65ء میں چھب جوڑیاں سیکٹر پر یہ اتنے آگے بڑھے کہ قریب تھا کہ وہاں سے اسی سڑک کو یہ کاٹ دیں۔ فوراً جناب تبدیلی کی گئی وہاں سے جنرل اختر علی ملک تھا' تھا تو وہ بھی نان مسلم اور قادیانی تھا لیکن کام تو کر رہا تھا اسے ہٹا کر یحییٰ خان کو وہاں بھیج دیا

گیا اور افواج پاکستان کو روک دیا گیا اور وہاں سے وہ کام نہ ہو سکا۔ جب کہ ہندوستان نے 65ء میں یہی علاقہ جس پر آج جہاد ہو رہا ہے ہندوستان نے قبضے میں لے لیا۔ یہ کارگل کا علاقہ اور دراس کا علاقہ انہوں نے قبضے میں لے لیا۔ بعد میں جب سمجھوتے ہوئے ادھر کا علاقہ ادھر ان کا علاقہ انہیں ملا اور جب سیٹل ڈاؤن ہو گئی ہر چیز، ہندوستان کو مغربی طاقتوں نے بچا لیا۔ پھر 71ء میں اس نے مشرقی پاکستان بھی ہم سے چھین کر الگ کر دیا اور یہ جو کارگل کا علاقہ ہے اس پر بھی 71ء میں ہندوستان نے قبضہ کیا۔ پاکستان پر خیر سے آپ لوگوں کی مدد اور آپ لوگوں کی عطا سے وہ لوگ حکمران تھے جنہوں نے کہا کہ جو جی چاہو کر لو یہی آپ کے ووٹ تھے۔ یہی آپ کا مینڈیٹ تھا۔ یہی آپ لوگوں کی رائے تھی یا وہ لوگ تھے ذمہ دار جنہوں نے ووٹ دیے ہی نہیں پارسا نیک متقی انہوں نے بھی یہی کہا کہ جی ہم کچھ نہیں کہتے ووٹ نہ دینے کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو چاہتے ہو کر لو۔ ذوالفقار علی بھٹو نے یحییٰ خان نے نہ صرف یہ کہ مشرقی پاکستان کھویا بلکہ یہ علاقہ دراس کا اور کارگل کا بھی اس پر بھی ہندوستان نے قبضہ کر لیا کم از کم ادھر سے مار کھا رہے ہو تو ادھر تو کنجرو تم کچھ کرو۔ اس کے بعد باری آگئی شملہ معاہدے کی تو وہ علاقہ کارگل کا 71ء میں جو ہندوستان نے چھینا تھا شملہ معاہدے نے اسے ہندوستان کا حصہ قرار دے دیا۔ یہ وہ رحمتیں ہیں جو آپ نے بانٹیں۔ حکومتیں تو بنتی ہیں تاکہ عدل کریں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتیں لوگوں تک پہنچائیں لیکن آپ کن لوگوں کو آگے لائے جو شیطان کی شیطنت پھیلا رہے ہیں اللہ ہم سب کو معاف کرے ہمیں اس کا جواب دینا ہو گا کل روز حشر میں۔ آج آپ نے بھاری مینڈیٹ دیا مسلم لیگ کو بڑے بڑے پارسا بڑے نیک روز جہاز بھر کر سرکاری خرچ پر عمرے کو جاتے ہیں چند منٹ کی ورزش کے لئے نکلتے ہیں تو اس کنگال قوم کے کروڑوں روپے لگتے ہیں ان سے اچھی شکل و صورت کے ہزاروں سپوت راستوں میں کھڑے ہوتے ہیں بندوقیں تان کر سارا سارا دن سڑکوں پہ اس دھوپ میں پانی کا گلاس انہیں کوئی نہیں دیتا ان سپاہیوں کو جو صبح کھڑے ہوتے ہیں اور شام تک کھڑے رہتے ہیں۔

آج کہیں غلطی سے کوئی اچھا آدمی آگے آگیا جس نے ایک منصوبہ سازی کی' مجاہدین کی مدد کی' فوج نے امداد کی' قوم نے مدد کی' مجاہدین نے جانیں دیں اور جو مشرقی پاکستان تو نہ لے سکے لیکن جو یحییٰ خان اور بھٹو نے کارگل اور دراس چھوڑا تھا وہ مجاہدین نے پاک فوج کی مدد سے لے لیا۔ اب جو سڑک ہندوستان کی ہم نہ روک سکے گورداسپور میں یہ بھی ایک تماشہ تھا جب لائن بنی تھی تو ضلع گورداسپور پاکستان کا حصہ تھا اور یہاں سے گورداسپور سے ہو کر وہ سڑک ضلع کی حدود سے نکلتی ہے اور یہاں رک جاتی ہے دوبارہ ریڈ کلف ایوارڈ بنا لیفٹیننٹ کرنل محمد ایوب خان اس ڈیلی گیشن کے سربراہ تھے جو پاکستان کی طرف سے تھا انہوں گٹھڑی نوٹوں کی سر پہ رکھی اور دستخط کر کے دے دیے کہ گورداسپور کاٹ کر انڈیا کو دے دو اسے بھی آپ نے بادشاہ بنا دیا۔ آپ ہی کے دیے ہوئے مینڈیٹ سے وہ بھی صدر بن گیا۔ آیا فوجی طاقت سے اور صدر سیویلین بن گیا اور ریفرنڈم جیتے' آپ سے ووٹ لیے موجیں کیں وہ اللہ کی مرضی کہ پاگل ہو کر مرا۔

تو مجاہدین نے لاکھوں جانوں کے نذرانے دیے لاکھوں فوجی جوان اور آفیسرز شہید ہوئے لیکن وہ سڑک اب وہاں سے جا کر پھر انہوں نے کاٹ لی کارگل اور دراس سے اب جو فوج سیاچین پہ ہندوستان کی بیٹھی ہے وہ بھی اور جو اس کی فوج لداخ میں چائنہ باڈر پہ لگی ہے وہ بھی تب زندہ رہ سکتی ہے کہ کارگل سے اس کی گاڑیاں گزریں۔ اس کی ضرورت ہے دو ہزار وہیکلز ڈیلی' دو ہزار گاڑیاں روزانہ اس سڑک سے گزریں۔ ہزار گاڑی جائے ہزار واپس آئے تب وہ ان کو زندہ رہنے کے لئے راشن اور لڑنے کے لئے ایمونیشن سپلائی کر سکتے ہیں جب کہ وہاں گزشتہ چھ ہفتوں سے چوہا بھی نہیں گزر سکا۔ اب وہ فوجی جو وہاں ہوتے ہیں پاکستان کے بھی اور ہندوستان کے بھی اگست میں جا کر ان کے ڈیمپ ختم ہو جاتے ہیں جو پچھلے سال کے ہوتے ہیں اور پھر اگلے اگست تک کے لئے جولائی اور اگست کے دنوں میں بارشوں اور برف کے شروع ہونے سے پہلے وہاں ڈیمپ کرنا ہوتے ہیں اور وہاں اپنا راشن اگلے ستمبر تک کے لئے رکھ لیا جاتا ہے اگر چار ہفتے اور وہ سڑک بند رہتی ہے تو یا وہ ستر اسی ہزار بندہ مر جائے گا یا چین سے بھیک مانگیں گے یا پاکستانیوں سے روٹی مانگیں گے یا جنگی قیدی ہوں گے سرنڈر کر کے آجائیں گے کہ ہم مر رہے ہیں۔

اب پھر امریکہ کو بھی تکلیف ہوئی امریکہ کو نہیں یہودیوں کو تکلیف ہوئی یہ تو پھر پچ جائیں گے اور پاکستان پھر تگڑا ہو جائے گا یہاں پھر جہادی قوتیں آجائیں گی تو جناب آپ کا بھاری مینڈیٹ کا گٹھڑا اٹھائے ہوئے آپ کے وزیراعظم نے

منتیں کیں، فون پر فون کئے، خدا کے لئے مجھے امریکہ آنے کی اجازت دو، میں قوم سے کہہ سکوں کہ بل کلنٹن کردے گا خدا نہیں کر سکتا۔ دین نہیں کر سکتا، اتباع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہو سکتا، یہ یہودی بچہ کردے گا۔ او جس کا مقدمہ چل رہا ہے کہ اس کی اپنی بیوی کس کے پاس ہے اور کس کی بیوی اس کے پاس ہے وہ یہاں آکر انصاف کردے گا۔ جسے کافروں نے رسوا کر دیا کہ تو اس قابل نہیں ہے کہ صدر رہ سکے۔ یہودیوں نے کافرنے اور بے دینوں نے کہا کہ تو اتنا برا ہے کہ تو صدر نہیں رہ سکتا وہ یہاں مسلمانان پاکستان کا ثالث ہو گا اور سردار عبدالقیوم خان مجاہد اول خیر مقدم فرما رہے ہیں اور میاں نواز شریف صاحب جا کر منت کر کے آئے ہیں کہ خدا کے لئے آؤ اب مجاہدین مریں یا زندہ رہیں قوم آئندہ مرے یا زندہ رہے پاکستان باقی رہے یا نہ رہے۔ یہ جو کہتے ہیں ہندوستان لڑ پڑے گا ہندوستان کو کس نے روکا ہے، آج تک کیوں نہیں لڑا۔ ہندوستان لڑ سکتا نہیں اس لئے نہیں لڑا۔ سات لاکھ فوج اس کی پھنس گئی ہے کشمیر میں، سات لاکھ بندوں کو روز صبح شام کھانا پہنچانے کا اندازہ کرلو، خرچے کو چھوڑ دو، کشمیر کے پہاڑوں اور وادیوں میں صرف کنوینس کا اہتمام ان کے وہ سارے رابطے قائم رکھنا، ان کا ٹیلی فون سسٹم قائم رکھنا، ان کے لاجسٹک پورے کرنا سات لاکھ فوج کے لاجسٹک کشمیر میں پورے کرنا جب کہ چپے چپے پر مجاہدین ان پر حملے کر رہے ہیں خالہ جی کا گھر نہیں ہے کہ یہ سارا کرنے کے بعد پھر وہ یہاں نیا محاذ بھی کھولے، ہندوستان اس لئے نہیں لڑ رہا۔ اور اگر یہاں محاذ کھولے تو جہاں اس کا جی چاہے کھول لے شکست یقینی ہے کیونکہ وہ یہاں پوری توجہ سے لڑ ہی نہیں سکتا جو فوج یہاں لائے گا وہ ہم سے کم ہو گی فوج کا بیشتر حصہ تو اس نے وہاں پھنسا دیا۔

او جی ہندوستان ایٹم بم پھینکے گا تو پھینکے نا ہم نے ایٹم بم دے کر ریورٹریاں لینی ہیں وہ ایک پھینکے کا ہم دس پھینک دیں گے کہ اس کا علاقہ کھلا ہے وسیع ہے ایٹم بم کبھی پھینکا نہیں گیا ایک دفعہ پھینکا گیا جب ایک طاقت کے پاس ایٹم بم تھا دوسری کے پاس نہیں تھا اگر ہٹلر کے پاس ہوتا اگر جاپان کے پاس ہوتا امریکہ بھی جرات نہ کرتا۔ اسے پتہ تھا ہٹلر کے پاس بھی نہیں جاپان کے پاس بھی نہیں اس نے جاپان پر پھینک دیا۔ روس کے پاس ایٹم بم تھے ٹوٹتا ٹوٹ گیا اس نے ایٹم بم کیوں نہیں استعمال کیا اسے پتہ تھا میں ایٹم بم استعمال کروں گا تو میرے مقابلے میں کوئی مجاہدین کو بھی ایٹم بم دے جائے گا اور وہ روس پر چلا دیں گے اور ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ ایٹمی قوتیں آج تک ایک دوسرے کے خلاف ایٹم استعمال نہیں کر سکیں اور نہ آئندہ کر سکیں گی۔ ہاں جب رب چاہے گا کہ قیامت قائم ہو پہاڑوں کے پرخچے اڑیں اور دھنکی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح پہاڑ اڑیں قرآن میں پڑھا ہے نا آپ نے تب ایٹم ہی چلیں گے۔ یہ قیام قیامت کا انتظام کر رہا ہے وہ کریم جو آج تک لوگ سوال کرتے تھے کہ پہاڑ کیسے دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑ جائیں گے سمندر کیسے بھاپ بن کر اڑ جائیں گے۔ اب تو سمجھ آتی ہے ناکہ ایک ایک بم کی مار ہے خود انسان نے اپنی تباہی کے لئے قیام قیامت کے اسباب پیدا کرنے شروع کر دیے ہیں اور اگر قیامت آنے ہی والی ہے تو کیا ہماری بزدلی اسے روک لے گی؟ آج اگر ایٹمی جنگ چھڑتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ قیامت آگئی۔ اور اگر قیامت آنے والی ہے تو ہماری بزدلی اسے روک دے گی۔ آج مجاہدین ظلم کے مقابلے میں رحمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ یہی جہاد ہے افواج پاکستان سبب بن رہی تھی ان مظلوم عورتوں کا جن کے ساتھ گینگ ریپ ہوتا ہے ان اجڑنے والے گھروں کا جنہیں لوٹ لیا جاتا ہے ان بے گناہ جانوں کا جنہیں بلا وجہ قتل کر دیا جاتا ہے ان کو بچانے کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتہ للعالمین کو وہاں پہنچانے کا سبب بن رہے تھے مجاہدین اور افواج پاکستان۔ یہ آپ کا بھاری مینڈیٹ۔ وہ اگلے دن ایک انہوں نے اجمل نیازی نے بڑا مزے دار لکھا کہ کوئی بندہ کسی سے لڑ رہا تھا بڑے زور شور سے بڑا منع کرنے کے باوجود چھوڑ نہیں رہا تھا کسی نے کہا جی کہ تمہیں اس پر اتنا غصہ کیوں ہے اس نے مجھے پچھلے سال بھینسا کہا تھا اس نے کہا بھینسا پچھلے سال کہا تھا لڑ اب رہے ہو اس نے کہا میں نے کل بھینسا دیکھا اور مجھے سمجھ آئی اس نے مجھے یہ کہا ہے۔

اب تو آپ نے اپنے بھاری مینڈیٹ کا بھینسا دیکھ لیا، پاکستانی مسلمان کو غلط فہمی تھی میاں محمد نواز شریف پر تو اب تو آپ نے یہ بھینسا دیکھ لیا خدا کے لئے اس سے قوم اور ملک کی جان چھڑائیے۔ یہ تو لوٹ میں لگے ہوئے ہیں چینی بیچ رہے ہیں۔ پتہ ہے نو روپے کلو جا رہی ہے ہندوستان اور بائیس روپے کلو پاکستان میں ہے۔ باقی تیرہ روپے خزانے سے لیتے ہیں ری بیٹ کے نام پر اور وہ دیتا ہوں میں اور آپ میرے اور آپ

کے بچے ایک کلو چینی پیتے ہیں ہم دیتے ہیں بائیس روپے' ہندو کا بچہ ایک کلو چینی پیتا ہے وہ دیتا ہے نو روپے۔ یہ آپ کا بھاری مینڈیٹ ہے۔ پورے ملک سے چھوارے خرید کر ٹرینوں کی ٹرینیں ہندوستان جا رہی ہیں پورے ملک سے ماربل جمع کیا جا رہا ہے انڈیا ایکسپورٹ کرنا ہے لڑائی ہوتی تو ان کی بزنس بند ہوتی ہے لڑائی ہوتی ہے ہندوستان کو شکست ہوتی ہے لڑائی ہوتی تو ہندوستان پر اسلام غالب آتا لڑائی ہوتی ہے مسلمان دہلی فتح کرتے ہیں۔ چوتھی جنگ سے روک دیا---- غیرت مند قومیں جنگیں روکنے کے لئے پیدا نہیں ہوتیں غیرت مند قومیں جنگیں لڑ کر اپنا آپ منوانے کے لئے پیدا ہوتی ہیں۔

کافر تھا سکندر اعظم مقدونیہ سے چل کر جہلم تک تو لڑا کافر تھا انگریز مشرق سے مغرب تک دنیا مسخر کر کے نعرہ لگایا کہ میری سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا سب سے پہلے مسلمانوں نے دنیا فتح کی دنیا پر عدل قائم کر کے دکھایا۔

انگریز نے دنیا میں حکومت بنائی ظلم کیا سکندر اعظم نے لوٹا لوگوں کو۔ آج کے بزدل حکمرانوں کے بزدل ووٹرو' بزدل قوم' غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے حضور توبہ کرو اور ان کو میدان عدل میں لاؤ ان سے پوچھو یہ اربوں ڈالر امریکہ میں کس کس کے جمع ہیں یہ اس قوم کا سرمایہ ہے واپس لاؤ جو علاقہ مجاہدین نے لیا ہے جب کشمیر متنازعہ علاقہ ہے واپس کیا کرنا اگر آپ واپس کرتے ہیں تو مسئلہ کشمیر تو حل ہو گیا ہم نے مان لیا کہ یہ ہندوستان کا حصہ ہے ہم نے چھین لیا تھا اب واپس کر رہے ہیں پھر جھگڑا کس بات کا۔

مسلمان وہ ہے جو رحمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے پہنچانے کا سبب بنے جہاں کفر ہے وہاں عقائد اسلامی پہنچائے' جہاں بد عملی ہے وہاں عمل کی بات پہنچائے' جہاں ظلم ہو رہا ہے وہاں سینہ سپر ہو جائے یا شہید ہو جائے یا ظلم کو ختم کر دے۔ یہ دوسرا شعبہ ہے رحمت کو پہنچانے کا۔ جو میرے اور آپ کے ذمہ ہے۔

غیبت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے"۔ لوگوں نے کہا کہ "اے اللہ کے رسولؐ، غیب زنا سے سخت گناہ کیوں کر ہے؟"

آپؐ نے فرمایا کہ "آدمی زنا کرتا ہے تو پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا' جب تک وہ شخص اس کو معاف نہ دے دے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔"

PSO
رحمان آئلز
ہول سیل ڈیلر
لائٹ ڈیزل، کیروسین، فرنس آئل، موبل آئل
پروپرائیٹرز
نورالرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی
لال ملز چوک فیکٹری ایریا، فیصل آباد فون نمبر 618946-624353

سازشی تکون اور قیادت کا بحران

تحریر۔ جنرل (ر) حمید گل

پاکستان کے حکمران جنگ سے گریز کرتے تو کوئی حرج نہ تھا' یہ ہماری امن پسندی کا ثبوت ہوتا'لیکن کارگل پر انہوں نے جنگ کے خوف میں مبتلا ہونے اور دشمن کو زیادہ طاقتور تسلیم کرنے کا تاثر دیا۔ یہ بات کسی بھی قوم کی غیرت و توقیر کے ساتھ ساتھ اس کی بقاء اور آزادی کے لئے بھی سخت خطرناک ہے کہ وہ دشمن کی طاقت سے خائف ہو کر جنگ سے فرار کی راہ اختیار کرے۔ مسلمان قوم کیلئے تو یہ پوزیشن قبول کرنا کسی طرح جائز نہیں' ہم تو وہ قوم ہیں کہ خوف اور پس ہمتی جن کے مذہب میں حرام قرار دی گئی بلکہ حکم دیا گیا کہ تم ہر لمحہ جنگ کے لئے تیار رہو' سامان جنگ تیار رکھو تاکہ تمہارا دشمن تم سے خوفزدہ اور مرعوب رہے۔

اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے' زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کیلئے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوفزدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے' مگر اللہ جانتا ہے۔ (انفال 60)

دشمن کو خوفزدہ کرنا ہمارے لئے جنگی حکمت عملی سے بڑھ کر دینی اور آئینی فرض ہے' مسلمان قوم نے جب تک دشمن پر اپنی قوت کا رعب طاری کئے رکھا وہ فاتح رہے' دشمن کو خوفزدہ کرنا اسلامی فلسفہ جہاد کی بنیاد ہے۔ کارگل سے پسپائی اور واشنگٹن معاہدہ کرکے ہمارے حکمرانوں نے یہ بنیاد منہدم کرنے کی کوشش کی ہے۔ تخلیق پاکستان کا ایک بڑا محرک مسلمانوں کے جذبہ حریت سے ہندو قوم کا یہی خوف تھا' قائداعظم کے اس فرمان نے ہندوؤں کے خوف کو دو آتشہ کر دیا۔

"WE SHALL HAVE INDIA DIVIED OR DESTROYED"

"ہم ہندوستان کو تقسیم کریں گے ورنہ تباہ کر دیں گے" ان جملوں نے مسلمانوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا' ایک جرات مند قائد اپنی بصیرت سے آنے والے دور کو اپنے ظرف کے آئینے میں صاف دیکھتا ہے تو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت وجود میں آجاتی ہے' قائد نے اپنی قوم کی جرات و شجاعت اور دشمن کے خوف کو بروقت استعمال میں لاکر پاکستان بنا ڈالا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانان ہندوستان ہمیشہ اقلیت میں رہے لیکن دشمن ان سے ہمیشہ خائف رہا۔ آج تو وہ سیاسی طور پر بھی مغلوب ہیں لیکن اس کے باوجود ہندوؤں کی خوف زدگی سے مسلمانوں کو جو نفسیاتی برتری حاصل رہی' وہ مسلمانوں کے تحفظ کی ضامن رہی' ہندو بجا طور پر یہ سمجھتے رہے کہ مسلمان ایک جنگ جو قوم ہے یہ حساب سود زیاں رکھنے والے لوگ نہیں ان کی نفسیات بالکل مختلف ہے' بہی کھاتے والی قوم اپنے کاروبار کے ڈوبنے کے خطرے میں مبتلا رہتی ہے۔ مسلمان سود و زیاں کے خوف سے بے نیاز ہوتا ہے' اسی لئے خطرہ مول لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مسلم قوم سے ہندوؤں کا خوف ایک تاریخی پس منظر بھی رکھتا ہے۔ برصغیر کے شمال مغرب سے آنے والے کبھی شکست سے دوچار نہیں ہوئے ہندوستان کی ہزاروں برس پرانی تاریخ میں بھی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جنوب سے کوئی حکمران اٹھا ہو اور اس نے شمال کے کسی علاقے پر فتح کے پرچم لہرائے ہوں جبکہ شمال سے آنے والوں نے بسا اوقات قلیل تعداد کے باوجود ہندوستان کے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو شکست دی۔ محمود غزنوی' شہاب الدین غوری' لودھی خاندان' مغل فاتحین اور احمد شاہ ابدالی وغیرہ شمال مغرب کی برتری کا ناقابل تردید ثبوت ہیں۔ یہی خوف گاندھی جی اور ان کی قوم پر قیام پاکستان کے فیصلہ کن دور میں قابوس بن کر چھایا رہا۔ اس

ے کے بعد بھی یہ تاریخی خوف دور نہیں ہوا۔ 1948ء اور 1965ء کی جنگوں میں اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ میدان جنگ میں ہندو کئی گناہ زیادہ ہونے کے باوجود ہم سے شکست کھاتا رہا لیکن مذاکرات کی میز پر اس کی تاریخی مکاری ہماری قیادت کو مات دیتی رہی۔ تاہم ہندوؤں کے دل پر آسیب کی طرح چھایا ہوا یہ خوف پاکستان کے دفاع کا ضامن بنا رہا حتیٰ کہ 1971ء کا سانحہ پیش آیا۔ ہماری سیاسی قیادت نے معاملات سے نمٹنے میں نااہلی کی حد کردی۔ اس کے نتیجے میں پاکستان دو ٹکڑوں میں بٹ گیا' اس نے ہندو پر چھایا ہوا خوف کافی حد تک کم کردیا۔ اس کے باوجود ہندو قوم کو دل میں یہ خوف باقی تھا کہ مسلمان اس ہزیمت کا بدلہ لے گا یہ خوف بھی ہندو قوم کی نفسیات میں شامل ہے کہ مسلمان انتقام لینے میں یقین رکھتا ہے اور یہ کسی حد تک درست بھی ہے۔ مسلمان امن و آشتی میں یقین رکھتا ہے' قصاص' اس کے عقیدے کا جزو ہے۔ قرآن میں کہا گیا ہے' اور اے ارباب عقل و دانش قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے

1971ء کی کامیابی کے بعد بھارت کے انتہا پسند ہندو خصوصاً" برہمنوں میں ایک جارحانہ سوچ نے جنم لیا۔ اس میں حالات کا بھی خاصا دخل تھا' خطے کے چھوٹے چھوٹے ممالک ان کے تابع ہوئے تھے اور مغرب کی طرف سے بھی بھارت کو پذیرائی ملنے لگی تھی۔ اب برہمنی اصلیت بروئے کار آنی شروع ہوگئی تھی کہ بزدلی اور خوف زدگی کے ساتھ ساتھ مکاری اور سازش بھی اس کا خاصہ ہے۔

اس کا اظہار بی جے پی کے عروج اور اس کی حکومت کے قیام میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کا عملی اظہار 11 مئی 1998ء کو پوکھران میں ایٹمی دھماکے کی صورت میں کیا گیا۔ ایٹمی دھماکے کے بعد انہوں نے اپنا اصل چہرہ دکھانے میں تاخیر نہیں کی۔ پاکستان کے بارے میں مذموم عزائم کا کھل کر اظہار کیا جانے لگا۔ 71ء کی شکست کا طعنہ دیتے ہوئے باقی پاکستان کا یہی حشر کرنے اور آزاد کشمیر پر قبضہ کرنے کی دھمکیاں دی جانے لگیں لیکن 28 مئی کو پاکستان کے جوابی ایٹمی دھماکوں نے انہیں ششدر کردیا۔ یہ خوف پھر سے ہندو کے دل میں آبیٹھا کہ پاکستان تو ڈٹ کر کھڑا ہوگیا ہے۔ ایٹمی قوت بن جانے کے بعد پاکستان ایک چھوٹا اور کمزور ملک نہیں رہا تھا جیسا کہ واجپائی اور ایڈوانی نے سوچا تھا۔ ان دھماکوں نے بی جے پی کے ہندو تا اور اکھنڈ بھارت کے سارے خوابوں کو چکنا چور کردیا۔ اس کے بعد بھارت نے پینترا بدلا اور رام' رام کہتے ہوئے پاکستان سے بغل گیر ہوگیا۔ کہاں تو پاکستان کو فتح کرنے کی بات کی جارہی تھی۔ اور کہاں لاہور پہنچ کر دوستی اور صلح کا ڈول ڈالا جانے لگا۔ بس سروس اور تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کی باتیں کی گئیں یہ نئی چال تھی۔ یہ منوسمرتی فلسفہ ہے جو اپنی تعلیمات میں بادشاہ کو مشورہ دیتا ہے کہ جب کوئی تمہارے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جائے تو خرگوش کی طرح بھاگ جاؤ' جا کر بل میں چھپ جاؤ اور اپنے زخم چاٹو' لیکن موقع کی تلاش میں رہو اور جب دیکھو دشمن کمزور ہوگیا ہے تو پھر شیر کی طرح اس پر جھپٹ پڑو۔

ہم نے دیکھا 28 مئی 1998ء کو پاکستان ہندوستان کے مقابلے میں سینہ تان کر کھڑا ہوگیا تو بی جے پی خرگوش کی طرح بھاگ کر اپنے بل میں جا چھپی۔ کارگل میں مجاہدین نے بھارتی افواج پر ضرب لگائی تو ایک بار پھر واجپائی حکومت اپنے زخم چاٹتے ہوئے دہائی دینے لگی لیکن جب ہماری قیادت نے کارگل سے پسائی قبول کرلی تو برہمن زادے یکایک شیر کی طرح گرجنے لگے۔ خوف ادھر سے ادھر منتقل ہوگیا اس کے بعد انہوں نے ہمارے علاقے میں گھس کر ہمارے غیر مسلح طیارے اٹلانٹا کو مار گرایا۔ کارگل میں ہماری قیادت کی طرف سے خود اختیاری شکست نے بھارت کی یہ آرزو پھر سے زندہ کردی ہے کہ پاکستان کو تخت دہلی کا تابع کردیا جائے جب تک ان پر ہمارا خوف طاری تھا' انہیں اپنے اس دیرینہ خواب کی تعبیر بخشنے کا ہوش تک نہ تھا لیکن اعلان واشنگٹن کے ذریعے ہم نے ان کا خوف دور کردیا' وہ پھر سے دلیر ہوگئے۔ پاکستان کو اپنے ORBIT میں رکھنے کی آرزو برہمن استعمار کی برسوں پرانی خواہش ہے۔ دوسری طرف امریکی نیو ورلڈ آرڈر بھی پاکستان کو تخت دہلی کے تابع دیکھنا چاہتا ہے۔ انہوں نے جنوبی ایشیا کی سربراہی کیلئے ہندوستان کو چن لیا ہے اور جو بھی ان کے اس انتخاب کو چیلنج کرے گا وہ اسے راستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اعلان واشنگٹن نے خرگوش کو شیر بنا دیا۔

ہمارے غیر مسلح جہاز کو مار گرانے کے بعد تو وہ اور بھی دلیر ہو گئے ہیں۔ ہمارا رد عمل بہت کمزور ہے اور مغرب نے اس موقع پر معمولی سا اظہار ناراضگی بھی نہیں کیا حالانکہ مجاہدین کے کارگل پر قبضے کیخلاف شدید غم و غصے کا اظہار کیا گیا تھا۔

کارگل میں ہندوستان کے خلاف مجاہدین کی کامیابی اللہ کی مدد سے ممکن ہوئی' ہندوستانی فوج اس ضرب کے لئے تیار نہیں تھی۔ بزدل فوج اتنی زیادہ خوف زدہ ہو گئی کہ اسے مورچوں سے نکالنے کے لئے شراب کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں یہ تاثر پیدا ہوا کہ اس کی فوج شمال مغرب سے آنے والی اسلامی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ خوف ہندوستان کے سرپرستوں کو اچھا نہ لگا چنانچہ اس خوف کو زائل کرنے کے لئے نواز' کلنٹن اور واجپائی پر مشتمل تکون کو استعمال کیا گیا۔ اس تکون میں نواز شریف میں اپنی سیاسی بصیرت اور تاجرانہ مفادات کی وجہ سے سب سے کمزور مہرہ تھے۔ کردار سے انسان کا قد بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ یہی کردار ہمارے سامنے کارگل کی بلندیوں اور واشنگٹن کی پستیوں کا تعین کرتا ہے۔ قائداعظمؒ کا ہمالیہ پہاڑ سے بلند کردار پاکستان کو معرض وجود میں لانے کا سبب بن گیا تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد اس نوزائیدہ مملکت کو بقا کا چیلنج درپیش تھا۔ اس وقت قائداعظم جسمانی طور پر کمزور تھے لیکن ان کا فولاد سے زیادہ سخت کردار پاکستان کی آزادی' سالمیت اور دفاع کا ضامن بن گیا۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد افواج پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے فرمایا۔

"خدا کی قسم' جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر بحیرہ عرب میں نہ پھینک دیں' ہم ہار نہیں مانیں گے پاکستان کی حفاظت کیلئے تنہا لڑوں گا' اس وقت تک لڑوں گا جب تک میرے ہاتھ میں سکت اور میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔ مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر کوئی ایسا وقت آجائے کہ پاکستان کی حفاظت کیلئے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں اور پہاڑوں' جنگلوں' میدانوں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں"

کردار نے پاکستان بنایا اور اس کی حفاظت کی اور کردار کے بحران نے پاکستان توڑ ڈالا۔ جس طرح ہوس زر اور ہوس اقتدار نے 1971ء میں پاکستان کو دو لخت کیا تھا' اسی طرح 1999ء میں کردار کی کمزوری نے پاکستان کو آزمائش کی دہلیز پر کھڑا کر دیا۔ بڑے فیصلے کرنے کے لئے بڑا کردار ضروری ہے۔ تاریخ کے اس اہم موڑ پر ہم سے غلط فیصلہ ہوا۔ ہندوستان پر ہمارا جو خوف طاری تھا' اس غلط فیصلے سے وہ کم ہو گیا مگر میں سمجھتا ہوں خوف میں کمی آئی ہے' خوف ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوا کیونکہ مجاہدین بھارت کے لئے خوف کی علامت بن چکے ہیں۔ ہندو قوم کی تاریخ پر نگاہ رکھتے ہوئے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خوف میں اضافہ کیا جائے۔ دشمن کو اسے جنگ سے فرار کا تاثر نہ دیا جائے اور جنگ کی تیاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ ہماری تیاری جتنی بڑھے گی' دشمن کا خوف اسی قدر بڑھتا چلا جائے گا۔ چوہے اور خرگوش بل سے باہر نہی نہ نکل سکیں گے۔

بزدل دشمن پر خوف کا آسیب مسلط ہو گیا تو جنگ کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی' مگر اس کے لئے ضروری ہے کشمیر میں جہاد جاری رہے' جس کے خاتمے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ یاد رہنا چاہئے کہ بھارت اور اس کے حمایتی اب خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ سازش کی تکون موجود ہے۔ اب یہ نئے راستے سے حملہ کریں گے وہ جہادی قوتیں جو سیاسی فیصلوں کو نہیں مانتیں' چاہے وہ فوج ہو یا مجاہدین اب تخریب کی ساری ضرب ان پر پڑے گی۔ سازش کی تکون کی ساری امیدیں کمزور قیادت سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ کمزور فیصلوں کو قبول نہ کرنے والی قوتیں مٹا دی جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاد کو مٹایا نہیں جاسکتا' لیکن اسے مٹانے کی کوشش سے انتشار ضرور پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اس سے وہ ممکنہ جنگ جو ہمیں ہندوستان سے لڑنی تھی اب ہمارے ہاں منتقل ہو جائے گی۔ یہ نئی پریشانی ہوگی۔ یہ اچھا ہوا کہ ہماری سیاسی شخصیات کی کمزوریاں پوری قوم پر عیاں ہو گئی ہیں۔ وہ لوگ جو کل تک عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آج ان کا اصلی چہرہ عوام دیکھ سکتے ہیں۔

بشکریہ روزنامہ "خبریں"

حقیقی انقلاب لانے کیلئے دلوں کی تبدیلی

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 99-7-15 دار العرفان منارہ

سورۃ الاعراف ' نواں پارہ' چودھواں رکوع۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ انسانوں نے جس کسی سے بھی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں وہ اس کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ اللہ جل شانہ کے علاوہ ہر چیز یا ہر فرد یا ہر شے خود اپنی مدد کے لئے اللہ کی محتاج ہے خود اپنی بقا کے لئے اپنے وجود کے لئے اللہ کی محتاج ہے۔

والذین تدعون من دونہ لا یستطیعون نصرکم

اے لوگو! اللہ کے علاوہ جن طاقتوں کو تم پکارتے ہو وہ خواہ تمہاری مفروضہ غیبی طاقتیں ہوں' وہ ارواح ہوں' وہ دیوی دیوتا ہوں یا وہ مادی طاقتیں ہوں وہ سپر پاورز ہوں یا وہ دنیا کی معاشی طاقتیں ہوں۔ لایستطیعون نصرکم وہ تمہاری مدد کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتیں۔اس لئے کہ ولا انفسھم ینصرون اس لئے کہ وہ خود اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے اپنی بقا کے لئے محتاج ہیں۔ جو اپنے وجود اپنی ضرورت اپنی بقا کے لئے محتاج ہو گا وہ دوسروں کی مدد کیا کرے گا۔ لیکن لوگوں کا یہ حال ہے۔ وان تدعوھم الی الھدی لایسمعو لوگوں کو اگر اس سیدھے راستے کی طرف بلایا جائے کہ اللہ پر اعتماد کرو اللہ کی مدد حاصل کرو اللہ کو یاد کرو اللہ کے ساتھ تعلق جوڑو۔ وہی کارساز ہے۔ لایسمعو یہ بات وہ سننا ہی نہیں چاہتے۔ انہیں سنائی ہی نہیں دیتی۔ پلے ہی نہیں پڑتی ان کے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ یہ ہے فرمایا۔

وترٰھم اے میرے حبیب ﷺ انہیں دیکھئے ینظرون الیک آپ ﷺ کی طرف دیکھ رہے ہیں نظر آپ ﷺ پر ٹکی ہوئی ہے۔ وھم لایبصرون اور آپ ﷺ انہیں نظر نہیں آ رہے۔ یعنی آپ ﷺ کی وہ حیثیت جو بحیثیت رسول کے ہے آپ ﷺ کی وہ حیثیت جو بحیثیت نبی کے ہے وہ ان کی نظر میں نہیں آتی۔ وہ ایک عام آدمی کو ہی جیسے دیکھ رہے ہیں۔ تو پھر آپ ﷺ یہ کیجئے خذالعفو ان سے درگزر فرمایئے وامر بالعرف اور آپ ﷺ اس کام کا حکم مسلسل دیتے رہئے جو نیک ہے اس پر اپنی جدوجہد جاری رکھئے جتنا وقت آپ ﷺ ان سے الجھیں گے جتنا وقت ان سے بات کرنے میں ضائع ہو گا جتنا وقت ان سے بحث میں ضائع ہو گا اس وقت کو تعمیری جو انداز ہے یا شعبہ ہے اس پہ لگایئے۔ واعرض عن الجھلین اور جاہلوں سے اعراض کیجئے جاہلوں کو اہمیت نہ دیجئے۔ جاہلوں سے ایک طرف ہو جایئے۔ کنارہ کر لیجئے۔

اس آیہ مبارکہ میں تین باتیں ارشاد کی گئی ہیں اور تینوں بنیادی باتیں ہیں پہلی بنیادی بات تو یہ ہے کہ آج بھی جس صورت حال سے ہم دوچار ہیں اور شروع میں جس سے رہے اور قیامت تک لوگ جس سے دوچار رہیں گے وہ معاملہ اور وہ مسئلہ ہے مادی قوتوں کا۔ یعنی ہیر پھیر کر بات وہاں آ رکتی ہے کہ جناب امریکہ سپر پاور ہے۔ روس بڑی طاقت تھا ایک زمانے میں لوگ اس سے ڈرتے تھے اب امریکہ بڑی سپر پاور ہے اس سے ڈرنا چاہئے مغرب کے لوگ مدد نہیں کریں گے تو ہم کیسے زندہ رہ سکیں گے۔ اس لئے جو راستہ دین کا ہے یا اسلام کا ہے یا جو راستہ قرآن کا ہے یا اللہ کا ہے اس پر چلنا ممکن نہیں ہے اگر ہم یہ اختیار کریں گے تو اس سے سارا مغرب ناراض ہو جائے گا تو پھر ہم باقی کیسے رہ سکیں گے۔

فرمایا مغرب کی اپنی بقا اللہ کے اختیار میں ہے وہ خود اس کے محتاج ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ جن طاقتوں سے ہم ڈرتے ہیں ان کی حیثیت یہ ہے کہ اس وقت بھی دنیا میں سب سے زیادہ مقروض جو ملک ہے وہ امریکہ ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ لوگ جس کے گھروں سے محروم ہیں وہ فٹ پاتھ پہ رات گزارتے ہیں وہ امریکہ ہے۔ آج بھی باسٹھ فیصد لوگ امریکن آبادی کے ایسے ہیں جن کے پاس گھر نہیں ہے جہاں رات ہوئی فٹ پاتھ پہ گزارا کر لیا۔ یعنی وہ

خود اتنے محتاج ہیں کہ اپنی بقا کا مسئلہ ان سے نہیں سلجھ رہا۔ لیکن لوگوں کا یہ عالم ہے کہ انہیں جتنا بھی اللہ کی طرف بلاتے رہو یہ بات تو انہیں سنائی ہی نہیں دیتی۔ کیوں ایسا ہوتا ہے کیوں ڈرتے ہیں مادی طاقتوں سے؟ فرمایا میرے حبیب ﷺ تیری طرف دیکھتے تو ہیں' تیرا نام سنتے تو ہیں' تیرے بارے جانتے تو ہیں لیکن تجھے انہوں نے پہچانا نہیں ہے۔ جنہوں نے پہچانا ان کا عالم یہ تھا کہ جب انہیں فرمایا مار کھاتے رہو' تمہیں ہاتھ نہیں اٹھانا' تو مار کھاتے رہے کوئی شکایت نہیں کی۔ پھر فرمایا اچھا گھر چھوڑ دو وہ کہہ تو سکتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ دعا کیجئے کافر تباہ ہوجائیں اور ہماری جان چھوٹ جائے' کسی نے نہیں کہا۔ تین سال شعب ابی طالب میں بھوکے اور پیاسے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ قید رہے۔ وہ کہہ سکتے تھے دعا کیجئے بارش ہی برس جائے کسی نے درخواست نہیں کی۔ اب نرالی بات ہے تیرہ سال مار کھانے کے بعد گھر چھوڑ دو شہر چھوڑ دو۔ بھئی کیا اللہ پر ایمان لانے کا یہی صلہ ہے' اللہ اتنا کمزور ہے کہ کافروں کے معاملے میں تیرہ سال ہم مار کھاتے رہے اور اب گھر چھوڑ جائیں ہم ہی چھوڑ جائیں تو کافروں پر کوئی قہر ٹوٹے فرمایا کسی نے یہ بات نہیں سوچی اس لئے کہ وہ پہچانتے تھے کہ یہ اللہ کا حبیب ﷺ ہے جو یہ کہہ رہا ہے وہ صحیح ہے ہماری عقل وہاں تک نہیں پہنچ رہی۔ اگر عقل سے کام لیتے تو بڑا آسان سا سوال پیدا ہوجاتا تھا کہ تیرہ برس ہوگئے ہمیں اللہ کے نام پر مار کھاتے ہوئے تو کیا اللہ اتنی ہماری مدد نہیں کرے گا کہ ہم ہی گھر چھوڑ دیں کافر کو کیوں نہیں شہر چھڑواتا۔

مدینہ منورہ میں حکم ہوا تمہیں لڑنا ہے تمہیں جہاد کی اجازت ہوگئی ہے۔ چلو میدان میں اسلحہ پاس نہیں ہے کھانے کو کچھ نہیں ہے سواری نہیں ہے افرادی قوت نہیں ہے اور کھڑے ہیں ڈٹ کے لڑیں گے بھئی کسی برتے پر لڑو گے کیا تمہارے پاس ہے' ہمارے پاس اللہ کا رسول ﷺ ہے۔ جنہوں نے پہچانا ان کا رویہ یہ تھا کہ دنیا کے سارے وسائل ایک طرف اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی پسند ایک طرف۔

اب لوگوں کو اعتبار نہیں آتا۔ لوگ اللہ سے نہیں ڈرتے گناہ کرتے ہوئے' لیکن امریکہ کے خلاف بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ فرمایا یہ اس لئے ہے کہ

ینظرون الیک وھم لا یبصرون

آپ ﷺ کے بارے یہ جانتے تو ہیں انہوں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی عظمت کو انہوں نے پہچانا نہیں ہے۔ بھئی اگر اللہ کے نام پر یا اللہ کے حبیب ﷺ کے ارشاد کی اطاعت کرتے ہوئے ہم مارے جائیں گے۔ یہی ہوگا نا مارے جائیں گے تباہ ہو جائیں گے تو اگر نہیں مارے جائیں گے تو کیا پھر ہم ہمیشہ جیتے رہیں گے۔ مرنا تو پھر بھی ہے لیکن اللہ کی اطاعت میں قتل ہونا اور عمر طبعی پوری کرکے مرنا میں فرق کتنا ہے۔ یعنی اگر مغربی طاقتیں ہمارا ناطقہ بند کر دیں گی ہم سارے مرجائیں گے تو مرجانے دو مرنا تو ویسے بھی ہے اور اگر اللہ کی اطاعت میں مارے گئے تو شہید ہوگئے اور ویسے مریں گے تو پتہ نہیں کس حال میں مریں گے۔ ایمان بھی ہوگا یا نہیں۔ تو ہم تو گھاٹے میں پھر بھی نہ رہے' سو فرمایا جو اس طرح کے لوگ ہیں۔

خذ العفو ان سے درگزر کیجئے یہی بہت بڑا احسان ہے کہ ان کے ساتھ الجھئے نہیں وامر بالعرف جتنی بات جتنی انرجی جتنا وقت آپ ان کے ساتھ بحث میں ضائع کریں گے وہ تعمیری کام پہ جو مانتا ہے اسے سمجھانے میں خرچ کرو جو نہیں مانتا اس کے لئے دعا ہی کی جاسکتی ہے اس کے رمت الجھو۔

واعرض عن الجھلین یہ نہ ماننے والے جاہل ہیں اور ان سے اجتناب کیا جانا چاہئے۔ کتنا خوبصورت سنہری اصول ہے۔ جو اللہ' رسول اللہ ﷺ کو تعلیم فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ کا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ ایک تو ان سے ناراض مت ہوجئے انہیں معاف کیجئے درگزر کیجئے نہیں مانتے آپ ﷺ کی بات نہ مانیں میں جانوں یہ جانیں آپ ﷺ خفا نہ ہوں ان سے۔

دوسری بات جو وقت ان سے بحث میں لگانا ہے وہ تعمیری صورت میں جو مانتے ہیں ان کو سمجھانے میں لگایئے تیسری بات ہمیشہ جاہلوں سے اعراض کیجئے جہالت کا سب سے بہتر جواب خاموشی ہوتا ہے۔

یہ تین باتیں اس آیہ کریمہ نے اصولی ارشاد فرمادیں کہ سب سے بڑی طاقت اللہ کی ہے اور اللہ کی اطاعت کے لئے کسی اور طاقت کو درمیان میں لانا صحیح نہیں ہے۔

کیا نتائج ہوں گے؟ دو میں سے ایک نتیجہ ہوگا یا آپ کامیاب ہوں گے یا آپ مارے جائیں گے آپ مارے جائیں گے تو بھی آپ کامیاب

ہیں۔ دنیا میں کیا ہوتا ہے اس کا ٹھیکہ ہمارے پاس نہیں ہے اس کا ٹھیکہ اس کی اپنی ذات کے پاس ہے اس کے اپنے دست قدرت میں ہے اگر وہ بندوں پر مہربان ہے تو ان پر اسلام نافذ ہو گا اور انہیں اسلام کا عدل نصیب ہو گا۔ اسلام کا تحفظ نصیب ہو گا اسلام کی برکات نصیب ہوں گی۔ اگر اس کا رحم نہیں ہو گا؟ تو میں اور آپ انہیں یہ نعمتیں نہیں دے سکتے اور اگر اس راہ میں ہم کام آگئے تو ہم تو منزل پا گئے۔ اور اصولی بات یہ ہے کہ یہ ناامیدی تب آتی ہے جب عظمت رسالت ﷺ ہماری نگاہوں میں نہیں ہوتی اگر ہمیں یہ اعتماد ہو کہ جو کام میں کرنے چلا ہوں جو بات میں کرنے چلا ہوں وہ میری نہیں اس میں ہماری ذاتی خواہش ذاتی آرزو کوئی اقتدار کی ہوس شہرت کی خواہش پیسہ جمع کرنے کی خواہش یہ نہ ہوں۔ یعنی اسلام کے نام پر دنیا کی طلب یہ بدترین گناہ ہے سب سے بڑا م یہ ہے کہ آپ اللہ کا نام بیچ کر اللہ کی کتاب اللہ کا دین بیچ کر دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جر طرح گزشتہ پچاس سال سے اسلام اور کشمیر کے نام پہ ہر کوئی اقتدار لیتا ہے اور میرے خیال میں بڑا نقد سودا ہے بہت کچھ دنیا میں بھی سارے دیکھ کر گئے اور آخرت میں جو ہو گا وہ اللہ جانے لہٰذا خلوص کے ساتھ اللہ کے لئے کام کیا جائے کج بحثی نہ کی جائے جو نہیں مانتے ان سے الجھا نہ جائے بلکہ جو مانتے ہیں وہ وقت ان کو سمجھانے پہ لگایا جائے اور جاہلوں سے اعراض کیا جائے۔ اب یہ سارے معاملے کی بنیاد ہے اعتماد علی الرسول یا معرفت رسول ﷺ پر

قرآن کریم نے اللہ کریم کی معرفت اور نبی کریم ﷺ کی معرفت کیوں لوگوں کو نہیں ہوتی اس کا جو مرض بتاتا ہے وہ ہے

کلا بل ران علی قلوبھم چونکہ نبیؐ کی عظمت نبی کی نبوت کا کمال اور اللہ جل شانہ کی شان یہ دل کے آئینے سے دیکھی جاسکتی ہے یہ مادی آنکھوں سے نظر نہیں آتی اسے دیکھنے کے لئے آئینہ دل چاہئے اور اللہ فرماتے ہیں جو نہیں دیکھ پا رہے کلا بل ران علی قلوبھم ان کے دلوں پر زنگ آچکا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کا علاج فرمایا ہے

لکل شی صقالته ہر چیز کے لئے پالش ہوتی ہے زنگ اتارنے کی دوائی ہوتی ہے اسے چمکانے کے لئے کوئی پالش ہوتی ہے وصقالته القلوب بذکر اللّٰه اور دلوں کو پالش کرنے کی دوا ہے اللہ کا ذکر۔ اللہ کریم نے بھی فرمایا الابذکر اللّٰه تطمئن القلوب۔ اللہ کے ذکر سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔

گویا یہ جو ذکر اذکار ہم کرتے ہیں یہ صرف اس لئے نہیں ہے کہ ثواب ہو یہ اس لئے ہے کہ ان حقیقتوں کی سمجھ آئے۔ آئینہ دل صاف ہو عظمت پیامبر ﷺ اس پہ روشن ہو معرفت الٰہی اس میں آئے اور اللہ کی اطاعت کرنے کے لئے اللہ پر اعتماد نصیب ہو ہم بے باکی سے ات سے سچی بات سرمیدان کہہ سکیں اور الحمدللہ 'اللہ کا احسان ہے کہ ہماری یہ ننھی منی جماعت جب بھی بات کرتی ہے بے لوث کرتی ہے بغیر لگی لپٹی کے کرتی ہے اور سب کے منہ پر کرتی ہے وہ وزیراعظم ہو یا صدر ہو یا کوئی سرکاری عہدے دار ہم جو ان کی پیٹھ کے پیچھے کہتے ہیں وہی ان کے منہ پر بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ اللہ کی بات ہے اور ہم اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ اس فارمولے پر اس سہ نقاطی فارمولے پر قائم ہونے کے لئے بنیادی طور پر آئینہ دل کی صفائی ضروری ہے اگر اس پہ تھوڑا سا دھواں جم جائے گا میل آجائے گی تو پیغمبر ﷺ سے رابطہ کمزور ہو جائے گا اور جتنا یہ کمزور ہو گا اتنا اللہ پہ بھروسہ اٹھ جائے گا۔ تو ذکر کو اس نظر سے کیا جائے کہ مجھے رگڑ کر دل کو اللہ کے نام سے پالش کرنا ہے صاف کرنا ہے اور نتیجتاً" مکاشفات نہ دیکھے جائیں کہ مجھے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہیں یا مجھے کشف ہوتا ہے یہ ضمنی چیزیں ہیں کسی کو جلدی ہو جاتا ہے کسی کو دیر بعد ہوتا ہے ورنہ قبر میں جو جاتا ہے اس پر سب کچھ کھل جاتا ہے سب کو کشف ہو جاتا ہے اصل بات دیکھنا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پر میرا اعتماد کتنا بحال ہو رہا ہے نیکی کرنے کے لئے مجھے کتنی ات مل رہی ہے سچ کہنے کے لئے میرے پاس کیا طاقت ہے تو اس اعتبار سے زیادہ سے زیادہ محنت کی جائے زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کی جائے اصل حقیقی قوت انقلاب لانے کے لئے دلوں کی تبدیلی کی قوت ہے اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اپنے لئے اپنے دین کے لئے قبول فرمائے اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس پر دین اسلام کو نافذ فرمائے اور ہم بدکاروں کو نفاذ اسلام کی بہاریں دیکھنا نصیب فرمائے (آمین)

خادموں کے حقوق

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "غلام کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا صرف اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے' جس کو وہ سہار سکتا ہو"۔

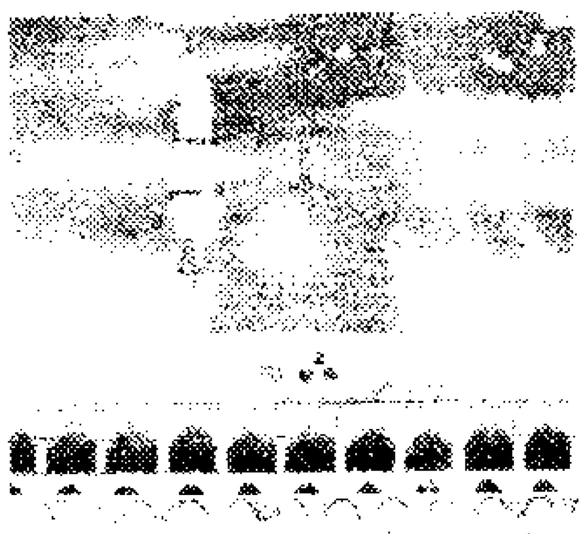

نعت

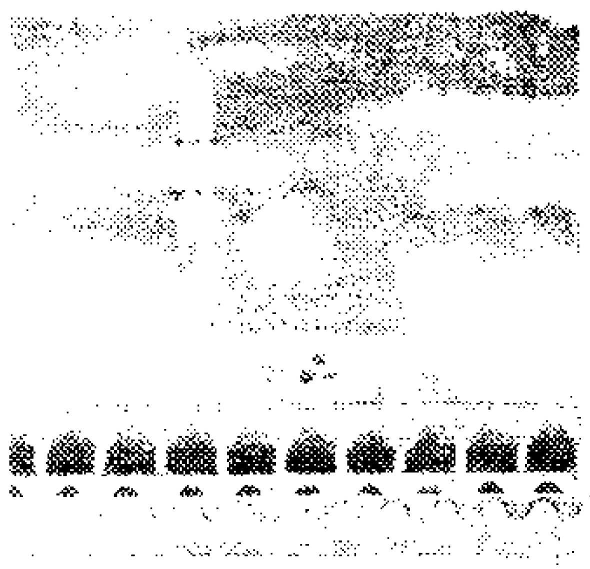

شاہ دوراںؐ سے دل کی بات کہوں
خود کو میں دن کہوں کہ رات کہوں

لب ہلانے کا حوصلہ نہ ملے
لب ہلاؤں تو دل کی بات کہوں

حرف و فن پر سکوت طاری ہے
درد زندہ کروں تو نعت کہوں

کیسے اسباب جاں سمیٹوں میں
ریزہ ریزہ ہے یہ حیات کہوں

آپؐ آقائے دین و دنیا ہیں
آپؐ کو حسن کائنات کہوں

شاہ دوراںؐ و صاحب خوباںؐ
آپؐ ہیں صاحب صفات کہوں

جز کوئی آپ کے نہیں باقی
پھر تغیر کو کیوں ثبات کہوں

مجھ میں بہتا ہے روز اول سے
ایک دریا جسے فرات کہوں

حسن فن درد دل کی دولت کو
آپؐ کے عشق کی زکوۃ کہوں

میرے آقاؐ کی عظمتوں کے طفیل
زندگی کی بنی ہے بات کہوں ! ! ! !

بشریٰ اعجاز

طب نبویؐ منہ کی بیماریاں

تحریر۔ڈاکٹر خالد غزنوی

منہ میں سوزش متعدد اسباب سے ہو سکتی ہے۔ جن میں اہم ترین منہ اور دانتوں کی صفائی سے اجتناب یا کھانا کھانے کے بعد منہ اور دانتوں کو صاف نہ کرنا۔ تمباکو پینا' تمباکو چبانا' (نسوار) مصالحہ دار غذائیں۔ شراب نوشی کی کثرت منہ کے اندر سوزش پیدا کر سکتے ہیں۔ پیٹ کی خرابی کی وجہ سے منہ میں سوزش یا ہر وقت لعاب بھرا رہنا علیحدہ مسئلہ ہے۔ متعدی بیماریوں اور جسمانی کمزوریوں کی وجہ سے بھی منہ پک جاتا ہے۔

چھوٹے بچوں کے منہ اکثر پک جاتے ہیں۔ ان میں زبان اور گالوں کی اندر کی طرف سفید دھبے نظر آتے ہیں۔ جن لوگوں کو علاج کے سلسلہ میں زیادہ عرصہ تک جراثیم کش دوائیں Antibiotics کھلائی گئی ہوں۔ یا وہ کورٹی سون' آیوڈین' سونا یا پارا کے مرکبات کھا رہے ہوں تو ان کے منہ میں پھپھوندی پیدا ہو جاتی ہیں۔ آج کل جراثیم کش دوائیں پھپھوندی سے بنتی ہیں۔ اس لئے جب کسی شخص کے جسم میں پھپھوندی کی وجہ سے کوئی سوزش موجود ہو تو وہ اس علاج سے بڑھتی ہے۔ جسمانی کمزوری اور منشیات ان کے پھیلاؤ کا باعث بنتے ہیں۔

منہ کے اندر سفید داغ' دھبے نمودار ہوتے ہیں۔ جن کو آسانی سے کھرچا جا سکتا ہے۔ مگر بعد میں ان مقامات سے خون نکلتا ہے' زخم کی شکل بن جاتی ہے۔ اور یہ تکلیف منہ سے گلے کی سمت بھی جا سکتی ہے۔ اکثر لوگوں کا منہ بار بار پکتا اور ان سے زخم بن جاتے ہیں۔ کھٹی چیزیں اور مرچیں بہت لگتی ہیں۔ جب یہ کیفیت بڑھ جائے تو ہر چیز کھانے سے درد ہوتا ہے۔ بلکہ چبانے کی اذیت اور منہ میں بنی سرنگوں کی وجہ سے نگلنا ایک دوسری مصیبت بن جاتا ہے۔ یہ بیماری عام ہے۔ لیکن بد قسمتی سے AIDS کی ابتدائی علامات میں منہ پکنا بھی شامل ہے۔ تشخیص کے لئے منہ کے کسی بھی زخم کو چھیلنے اور ٹیسٹ کرنے کے لئے لیبارٹری میں بھیجا جا سکتا ہے۔

علاج

1- درد کی شدت کو کم کرنے کے لئے سکون آور گولیاں چوسنے کو دی جاتی ہیں۔

2- پھپھوندی پر اثر انداز Mycostatin یا Nystatin کی چار گولیاں روزانہ چوسی جائیں۔

3- وقتی آرام کے لئے Bonjela-Somogel مشہور ہیں۔ اس فہرست میں حال ہی میں ایک مرہم Dakatrin Oral Jelly کا اضافہ ہوا ہے جو کہ پھپھوندی کی دوا ہے۔

4- منہ کو صاف کرنے والی ادویہ Mouth Wash مفید ہیں۔ یہ مختلف اداروں کے بنے آتے ہیں۔ جن میں جراثیم کش ادویہ کے ساتھ خوشبو بھی شامل ہوتی ہے۔

5- دانتوں کے ڈاکٹر مسوڑھوں پر کتھہ' لونگ' ٹنکچر آیوڈین کا مشہور مرکب Gum Paint کے نام سے لگاتے ہیں۔ یہ مفید ہے۔

6- دانتوں کی مشہور دوائی Talbot Iodine لگانی مفید ہے۔ گلے میں لگانے والی Mendle,s Paint بنیادی طور پر آیوڈین اور گلیسرین سے بنتی ہے۔ اس لئے مفید ہے۔ ورنہ عام ٹنکچر آیوڈین منہ کے لئے زہریلی ہے۔

ان تمام ادویہ میں سب سے بڑی خرابی آیوڈین ہے۔ اکثر مریضوں کو اس سے حساسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم نے ایک خاتون کے منہ میں آیوڈین والا لوشن لگنے کے بعد رد عمل کے طور پر سانس بند ہوتے بھی دیکھا ہے۔ جس کو ٹھیک کرنا معالجوں کے لئے مسئلہ بن گیا۔

طب نبویؐ

منہ کی سوزش کے لئے سب سے بڑی اکسیر مہندی ہے۔ اس کے پتے لے کر ان کو

پانی میں چائے کی مانند ابال کر چھان لیں۔ اس پانی سے دن میں 3-4 مرتبہ کلیاں کرنے سے منہ کے زخموں کی جلن اور درد جاتی رہتی ہیں۔

جن مریضوں کے منہ میں بیماری کا زیادہ زور تھا۔ ان کے لئے اس پانی میں تھوڑی مقدار میں پھلوں کا سرکہ بھی ملایا دیا گیا۔ اس سے فوائد میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔ اطباء قدیم نے منہ کے زخموں کے لئے طب نبویؐ سے ایک بڑا دلچسپ نسخہ ترتیب دیا ہے۔

کلونجی کو توے پر جلا کر راکھ بنالیں۔

اس راکھ کو سرکہ میں حل کر کے منہ کے اندر لگایا جائے۔

یہ نسخہ منہ کے زخموں کے لئے بلاشبہ مفید ہے۔ مسوڑھوں کی سوجن بلکہ کیڑا لگے دانت کے درد کے لئے صحیح معنوں میں اکسیر ہے۔ جب منہ میں زخم زیادہ ہوں تو خالص سرکہ ان پر لگے گا۔ اگرچہ بعد میں فائدہ ہو جائے گا۔ اس اذیت سے بچانے کے لئے اگر ابتدا میں مہندی والے پانی سے سرکہ ملا کر دو ایک دن لگایا جائے تو زخم کچے نہیں رہیں گے۔ جب وہ مندمل ہونا شروع ہو جائیں تو رفتار کو تیز کرنے کے لئے کلونجی اور سرکہ کا مرکب استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

کچھ مریضوں میں ہم نے نسخہ میں یوں تبدیلی کی۔

برگ مہندی	50 گرام
صعتر فارسی	15 گرام
مرکی	10 گرام
پانی	750 گرام

ان کو 10 منٹ ہلکی آنچ پر پکانے کے بعد چھان لیا گیا۔

اس نسخہ میں مرکی اور صعتر فارسی مختلف ملکوں میں منہ کی بیماریوں کے لئے باقاعدہ طور پر تجویز کی جاتی رہی ہیں۔ مرکی کا برطانوی ٹنکچر Tr.Myrrh کے نام سے منہ کے زخموں کے لئے سو سال سے استعمال میں ہے۔ صعتر فارسی کا جزو عامل Thymol ایک مسلمہ جراثیم کش دوائی ہے۔ برٹش فارموکوپیا میں بھی اسے منہ کے زخموں اور آنتوں کے طفیلی کیڑوں کے لئے ثقہ دوائی تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ جتنے مریضوں کو دیا گیا ان کے لئے سرکہ کے اضافہ کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ کیونکہ دو تین دن میں اکثر زخم غائب ہو چکے تھے۔ علامات ختم ہو گئی تھیں۔ اس لئے تبدیلی کی ضرورت نہ رہی۔

منہ کے زخموں میں پھریری سے شہد لگانا بھی ایک عرصہ سے بڑا مقبول طریقہ رہا ہے۔ ہم نے زخموں کے اسباب میں ایک اہم مسئلہ وٹامن سی کی کمی کو بھی توجہ میں رکھا۔ احادیث میں سنگترے کو مفرح بتایا گیا ہے۔ ہم نے سنگترے کے پانی میں شہد ملا کر دیا۔ جس سے سنگترے اور شہد کے اپنے اپنے فوائد کے ساتھ وٹامن سی کی مطلوبہ مقدار بھی حاصل ہوتی اور زخم اس ترکیب سے زیادہ جلد مندمل ہو جاتے ہیں۔

منہ کے کناروں کا پھٹنا

اندر کا منہ پکنے کے بعد کناروں کا متاثر ہونا ایک لازمی امر ہے۔ مگر اتفاق سے ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا۔ بلکہ منہ میں دانت اگر غلط لگے ہوں۔ خاص طور پر اوپر کے دانتوں میں خرابیوں کی وجہ سے مسوڑھوں میں سوزش ہو جائے تو منہ کے کنارے پک جاتے ہیں۔

جب منہ سے دانت نکل جائیں تو منہ کو زیادہ زور سے بند کرنا پڑتا ہے۔ منہ بند کرنے کے بعد کناروں پر بوجھ کے ساتھ جلد کی تہ بھی بن جاتی ہے۔ ایسے میں وہاں پر پھپھوندی کا آنا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔

ابتدا میں منہ کھولنے پر کناروں میں ہلکا سا درد ہوتا ہے۔ تھوڑا عرصہ منہ اگر بند رہے تو کھولنے پر ایسا لگتا ہے جیسے کہ کناروں پر زخم ہیں۔ یہ زخم کناروں سے نکل کر منہ کے دونوں اطراف کی طرف بڑھتے ہیں۔ عام حالات میں یہ زیادہ بدنما نہیں لگتے بلکہ لعاب دہن کے خوشگوار اثرات کی وجہ سے زخموں میں پھیلاؤ بھی نہیں آتا اور ان پر جلد ہی چھوٹے چھوٹے چھلکے آجاتے ہیں۔ یہ چھلکے ہر مرتبہ منہ کھولنے سے درد کرتے ہیں یا تھوڑے سے اکھڑ جاتے ہیں۔ جس سے ایک زخم نمودار ہو جاتا ہے۔ یہ بیماری عام طور پر شدید نہیں ہوتی۔ لیکن تکلیف دہ ہوتا ایک حقیقت ہے۔

علاج

پھپھوندی کے خلاف اثر رکھنے والی جدید ادویہ میں سے کوئی ایک بھی باقاعدہ لگائیں۔ لوشن کی بجائے مرہم کا لگانا زیادہ آرام دہ ہوتا ہے۔ مریض کو دو چار دن میں ہی فائدہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ جب مریض خود کو بہتر محسوس کر رہا ہو تو اس کو مزید علاج کرنے پر

آمادہ کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے علاج ترک ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ بعد یہی تکلیف پھر سے معرض وجود میں آجاتی ہے۔

اس تکلیف کا علاج کرنے سے پہلے منہ میں دانتوں کا مسئلہ ٹھیک ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ منہ بند ہونے پر ہونٹوں کے جوڑ پر معمول سے زیادہ دباؤ اور بڑی شکنیں پڑیں گی تو کناروں کا پھٹ جانا روزہ مرہ کا معمول بن جائے گا۔

طب نبویؐ

مہندی کے پتوں کو روغن زیتون میں ابال کر منہ کے کناروں پر دن میں دو تین مرتبہ لگانا ضرورت کے لئے کافی رہتا ہے۔ کسی بھی مریض کا کبھی ایک ہفتہ لگاتار علاج نہیں کیا گیا۔ نسخہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے اس میں صعتر یا مرکی بھی ملائے جاسکتے ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کا جراثیم کش ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

داد قوبا CANDIDIASIS(MONILIASIS)

پھپھوندی سے ہونے والی یہ ہلکے درجے کی سوزش ہے جو ایک خصوصی قسم Cadidiasis Albicans کی وجہ سے ہوتی ہے۔

یہ قسم جسم کے ان حصوں پر حملہ آور ہونا پسند کرتی ہے جہاں پر نمی ہوتی ہے اور ہوا کا کم سے کم گزر ہو۔ اس لئے بالوں اور ناخنوں پر زیادہ زور سے حملہ آور نہیں ہوتی۔ البتہ ناخن جب اس کی زد میں آجائیں تو ان کا رنگ بگاڑ دیتی ہے۔

اس کے زیادہ تر شکار وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو کمزور کر دینے والی بیماریاں لاحق ہوں۔ جیسے کہ حمل' غذائی کمی' موٹاپا' ذیابیطس اور غدودوں کی بیماریاں چھوٹے بچوں کے منہ کے اندر سفید داغ پیدا کرتی ہیں۔ بڑوں میں چوتڑوں کے ارد گرد' رانوں کے آخر میں' پیروں کی انگلیوں کے درمیان' چھاتیوں کے نیچے' بغلوں کے اندر اس کے داغ نمودار ہوتے ہیں۔ پیروں کی انگلیوں کے درمیان سرخ اور لیسدار داغ پڑتے ہیں۔ کھال گل کر لٹکنے لگ جاتی ہے۔ جسمانی سوراخوں کے ارد گرد خارش ہوتی ہے۔ منہ پک جاتا ہے اور خواتین میں شدید قسم کا لیکوریا جس میں گاڑھا' لیسدار اور بدبودار پانی خارج ہوتا رہتا ہے۔ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ خواتین جو نائیلون کی انگیا زیادہ استعمال کرتی ہیں یا ریشمی قمیض اور شلوار ان کا روزہ مرہ کا لباس ہے ان کو یہ تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ ان میں سے اکثر نے جب سوتی کپڑے شروع کئے تو بیماری کی شدت میں کمی اور علاج کے بغیر کمی آگئی۔

کچھ مریض ایسے دیکھے گئے ہیں جن کو پھپھوندی کی عمومی سوزش کی مانند گول یا بیضوی داغ نہیں ہوتے۔ لیکن کہنیوں' گھٹنوں وغیرہ کے اندر کی طرف معمولی کھجلی رہتی ہے۔ پھر اس پر چھلکے آتے ہیں۔ یہ چھلکے کھجلا کر یا مرہم لگا کر اتارے جائیں تو پھر سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بیچارے سالوں علاج میں مصروف رہتے ہیں اور بیماری ان کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتی رہتی ہے۔

تشخیص کا طریقہ وہی ہے کہ چھلکوں اور رطوبت کو لیبارٹری سے ٹیسٹ کروالیا جائے۔

علاج

1- Nystatin کی دو گولیاں روزانہ

2- Nizarol یا Ketoconazole 200 ملی گرام کی ایک گولی صبح' شام کہتے ہیں کہ یہ دوائی چھیپ کے خلاف بھی مفید ہے۔

3- Diflucan کے 50 ملی گرام کا ایک کیپسول روزانہ

مقامی استعمال کے لئے

Whitfield,s Onitt-Castellani Paint
Toliclate Powder / cream 1% gentian
violet lotion 25% sod. Thiosulphate
Nystatian Cream- Travogen Travocort
Exoderil Cream Lotion

یہ تمام ادویہ مشہور ہیں۔ ان میں اکثر دواؤں کو بدل بدل کر کئی ماہ استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔

طب نبویؐ

منہ میں پھپھوندی کی سوزش کے بیان کے سلسلہ میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے کوئی ایک تنہا بھی مفید ہوگی۔ اندام نہانی اور منہ کے زخموں میں خالص سرکہ جلن پیدا کر سکتا ہے۔ ان جگہوں کے لئے تھوڑا سا پانی ملا لیا جائے۔

باقی جسم کے مقامات کے لئے صعتر فارسی' کلونجی' مرکی' سناء مکی' لوبان' مہندی میں سے جو بھی پسند کیا جائے اس کو سرکہ میں ملا کر لگائیں اور چند روز میں فرق نہ پڑے تو مایوس نہ ہوں۔ جب داغ دور ہو جائیں تو متاثرہ مقامات پر دوائی اس کے باوجود لگائی جاتی

رہے۔

لیکوریا

بنیادی طور پر یہ رحم کے منہ کی سوزش ہے جو جراثیم کی متعدد قسموں، غلاظت، طفیلی کیڑوں، خون کی کمی، ریشمی شلواروں کے مسلسل استعمال اور پھپھوندی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ صحیح طریقہ علاج یہ ہے کہ سب سے پہلے سبب معلوم کیا جائے۔ رحم کے منہ سے رطوبت کا ایک قطرہ لے کر سلائیڈ پر لگا کر خوردبین تلے دیکھا جائے۔ عام طور پر اس سے سبب کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

طب جدید میں Canesten یا Nystatin کی اندر رکھنے والی گولیاں آتی ہیں۔ ان کو ہر رات اندر رکھ کر پھپھوندی کا علاج کیا جاتا ہے۔ جبکہ طفیلی کیڑوں کی سوزش کے لئے Vegitabs کی گولیاں اندر رکھی جاتی ہیں اور کھانے کے لئے Flagyl- 400 ایک ایک گولی روزانہ ہفتہ بھر دی جاتی ہے۔

ہم نے کھانے کے لئے نہار منہ بڑا چمچہ شہد پانی میں چار پانچ کھجوریں دیں۔ دن میں کم از کم دو مرتبہ گرم پانی اور منہ دھونے والے صابن سے طہارت کروائی گئی اور سوزش زیادہ کی صورت میں 4 گرام قسط شریں صبح شام کھانے کے بعد مقامی طور پر سرکہ، مہندی اور کلونجی والا لوشن ذرا پانی ملا کر روئی میں ڈبو کر اندر رکھا گیا۔ یہ علاج سے مفید اور زود اثر ثابت ہوا۔

پھپھوندی کی اکثر قسموں کا علاج ان کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ علاج جامع اور ہر قسم کے لئے مفید ہے۔

پھپھوندی کے علاج

کسی بھی مریض کا علاج شروع کرنے سے پہلے یہ بات واضح رہے کہ بیماری آسانی سے دور ہونے والی نہیں ہے۔ اس لئے علاج کو بار بار تبدیل کرنے کی ضرورت پڑتی رہے گی۔ مریض اگر کسی ہوسٹل میں مقیم ہے یا وہ کسی بڑے خاندان کا حصہ ہے تو دوسرے افراد کو بیماری کی زد میں آنے سے بچائے رکھنا معالج کی اہم ذمہ داری ہے۔ دوسرے الفاظ میں علاج میں ایسی ترکیب استعمال کی جائے کہ پھپھوندی کا زور ٹوٹ جائے۔

1- Griseofulvin ابھی تک وہ منفرد دوائی ہے جو کھانے کے بعد تین گھنٹوں میں خون میں جا کر جس جگہ بھی پھپھوندی موجود ہو اسے مارنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسے کھانے کے بعد دینا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ اس کے ساتھ نیند کی گولیاں دینا۔ شراب پینا یا دل کی بیماریوں کی دوائیں خرابیاں پیدا کر سکتی ہیں لیکن اس کی افادیت بعض حالات میں ایسی شاندار ہے کہ سر کی پھپھوندی میں اس کی پہلی خوراک کے بعد ہی فوائد کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ چھیپ میں یہ بے کار ہے۔ جبکہ ناخنوں کی سوزش میں اسے مہینوں دینا پڑتا ہے۔

عام طور پر ایک دو گولیاں، کھانے کے بعد لینا کافی رہتی ہیں۔

2- ٹنکچر آیوڈین بڑی سستی اور عمدہ دوائی ہے۔ لیکن چہرے پر داغ دیتی ہے۔ جس حصہ کی جلد نازک ہو اسے اتار دیتی ہے۔ اس میں پانی ملا کر تھوڑے عرصہ تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔

3- Whitfield,s Ointt-Castellinis Paint پرانی اور قابل اعتماد مرہمیں ہیں۔

4- آج کل بازار میں Colotrim-Norisone-c-Nystatin اور Tineafax- Travacort - Travagen Canesten کے نام سے مختلف مرہمیں ملتی ہیں۔ ان میں سے ہر مرہم مفید ہے۔ لیکن بیماری [illegible] یقینی ہے۔ اس لئے یہ امکان موجود ہے کہ مریض کے لئے دوائی کی نوعیت بار بار تبدیل کرنی پڑے۔ ویسے دوائی کو بدل کر [illegible] ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔

ان میں سے اکثر کی قیمت زیادہ ہے۔ جب دو چار داغوں پر کوئی بھی مرہم کچھ [illegible] لگائی جائے تو اخراجات شریفانہ حدود سے [illegible] کر جاتے ہیں۔ حال ہی میں پھپھوندی کے علاج کے لئے کچھ نئی ادویہ آئی ہیں۔

Diflucan کی 100- 50 ملی گرام کے کیپسول آتے ہیں۔ 50 mg کے سات کیپسول [illegible]91 روپے قیمت پاتے ہیں۔ جبکہ 100 mg کے سات کیپسول 1225 روپے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو Griseovin کی جگہ زیادہ اعتماد سے دیا جاسکتا ہے۔ ان کو زیادہ دیر کھانا ضروری نہیں ہوتا۔ چند ناخوشگوار مقامات کو چھوڑ کر پھپھوندی سے ہونے والی تکلیف اتنی زیادہ ہوتی کہ اس کے لئے 1225 روپے آسانی سے صرف کئے جاسکیں۔

منہ میں لگانے والی Dakatrin Oral Jelly کی قیمت 53 روپے اور زخموں پر لگانے ولی نئی کریم Exoderil کی قیمت 70 روپے ہے۔ متوسط حجم کی یہ ٹیوب ایک عام مریض کے لئے پانچ چھ دن سے زیادہ نہیں ہوتی۔ زخموں کے بھرنے تک کم از کم 500 کی مرہم کا لگ جانا ایک معمولی بات ہے۔ جبکہ بیماری دوبارہ آنے کا اندیشہ بدستور موجود رہے گا۔

ان مشاہدات کی روشنی میں جدید علاج کی چمک دمک برحق، لیکن اسے کرنا نہ تو کسی عام آدمی کے بس کی بات ہے اور نہ ہی یہ اتنا مفید ہے کہ کوئی دل کڑا کر کے اپنا پیٹ کاٹ کر اس پر عمل بھی کرلے۔

طب نبویؐ

طب نبویؐ میں استعمال ہونے والی اکثر ادویہ کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں کیا جاچکا ہے۔ سرکہ ہم روزانہ گھروں میں کھاتے ہیں۔ یہ ہماری خوراک کا جزو ہے۔ محفوظ ہے' اور آسانی سے مل جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کو ایک بڑا دلچسپ سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ ایک واقعہ کی تفصیل میں فرما ہیں۔

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔ اے اللہ تو سرکہ میں برکت ڈال۔ کیونکہ یہ مجھ سے پہلے انبیاء کرام کا سالن تھا۔ اور جس گھر میں سرکہ موجود ہو اس گھر والے کبھی غریب نہیں ہوتے) (ابن ماجہ)

خدا نے آپ کی دعا قبول فرماتے ہوئے سرکہ کو دو اہم صفات عطا فرمائی ہیں۔ گرمی کے دنوں میں سرکہ کھانے والا پیاس کے علاوہ ہیضہ سے محفوظ رہتا ہے۔ سرکہ بڑی طاقتور قسم کا پھپھوندی کا دشمن ہے۔ آج تک جتنی بھی دوائیں ایجاد ہوئی ہیں' پھپھوندی ان میں سے اکثر کی عادی ہو جاتی ہے کچھ دنوں کے بعد وہ اسی کو مزے لے لے کر کھاتی ہے۔ لیکن وہ سرکہ کے ساتھ ایسی بے تکلفی نہیں کرسکتی۔ یہ ہر حال میں اس کا دشمن ہے اور وہ کبھی اسے سے Resistant نہیں ہوسکتی۔

سرکہ پھپھوندی کو مار دیتا ہے۔ یہ تنہا بھی مفید ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور دوائی بھی شامل کر دی جائے تو فوائد سہ چند ہو جاتے ہیں جیسے کہ

صعتر فارسی	25 گرام
مرکی	15 گرام
لوبان	10 گرام
سرکہ	500 گرام

ان کو ابال کر چھان لیں۔ زخموں پر صبح شام لگائیں۔ فائدہ ہونے کے بعد دن میں ایک دفعہ کافی ہے۔ زخموں پر جب موٹے چھلکے آگئے ہوں تو اس نسخہ میں لوبان کی بجائے Acid Benzoic 10 گرام اور سناء مکی 20 گرام شامل کر دیئے جائیں۔

اگر ایسے زخم ہوں جو رس رہے ہوں تو صعتر فارسی نکال کر اس کی جگہ برگ مہندی 50 گرام ڈال دیں۔ ہر قسم کے زخموں کا علاج ہونے کے علاوہ زخموں کو اگلے مرحلے میں جانے سے پہلے مندمل کر دے گا۔

زیادہ چھلکوں والی قسم کے لئے یہ نسخہ آزمایا گیا

قسط شیریں	30 گرام
سناء مکی	15 گرام
سپرٹ	300 گرام

یہ ادویہ ایک دن سپرٹ میں پڑی رہیں۔ اس کے بعد اچھی طرح ہلا کر چھان لیا گیا اس لوشن کو دن میں دو مرتبہ لگانے سے سوزش اور زیادہ چھلکے ختم ہوگئے۔

بنیادی طور پر ہر نسخہ سرکہ میں تیار ہونا چاہئے۔ لیکن اگر زخموں میں اکڑاؤ زیادہ ہو اور وہ خشک ہوں تو پھر ادویہ کو زیتون کے تیل میں حل کیا جاسکتا ہے۔

قوت مدافعت میں اضافہ اور پھپھوندی کے خلاف اثرات کے لئے قسط شیریں 4 گرام صبح' شام کھانے کے بعد دینی مفید ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ ساتھی ملک محمد اسحاق (گوجرانوالہ) کے والد گرامی ملک محمد شریف قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی خالد امین کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

کلامِ شیخ
مقامِ درِ مصطفیٰ اللہ اللہ

کہاں میں کہاں یہ عطا اللہ اللہ
کہ دیکھوں حرم کی ضیا اللہ اللہ

تجلی ذاتی کا مہبط ہے یہ گھر
سجائے کھڑا ہے قبا اللہ اللہ

محبت تھی اس گھر سے میرے نبیؐ کو
تھا یہ گھر بھی ان پر فدا اللہ اللہ

تیری وحی قدسی عطا کی ضیا سے
منور حرم اور حرا اللہ اللہ

یہ ذرے، چٹانیں، یہ دشوار راہیں
نصیب ان کا سب سے سوا اللہ اللہ

ہے چوما انہوں نے قدوم نبیؐ کو
فلک جن کا تھا فرش پا اللہ اللہ

بظاہر سیہ پوش، کجلائے پتھر
دو عالم میں ان کی ضیا اللہ اللہ

انہی پتھروں میں ہے وہ غار دیکھو
رکا تھا جہاں قافلہ اللہ اللہ

نبیؐ کی سواری تھا صدیق اکبرؓ
انہی دو کا تھا تیسرا اللہ اللہ

معنا کا نغمہ سنا تھا جنہوں نے
یہ راہیں ہیں ان پہ فدا اللہ اللہ

یہیں کٹ گیا تھا قمر آسمان پر
بحکم شہہ انبیاء اللہ اللہ

اسی شہر میں پتھروں نے پڑھا تھا
ترا کلمہ ء جاں فزا اللہ اللہ

یہی آپ کا گھر یہیں دار ارقم
وہ دیکھو وہاں شعب تھا اللہ اللہ

محبت کا کتنا کڑا امتحان تھا
نہ ملتی تھی ان کو غذا اللہ اللہ

اسی راستے میں حدیبیہ کا منظر
جو مہبط رضا کا ہوا اللہ اللہ

فلک اس کی چوکھٹ پہ خم دیکھتا ہوں
مقام در مصطفیٰؐ اللہ اللہ

میری جاں اسی راستے پہ ہو قربان
ہے سیماب کی یہ دعا اللہ اللہ

سیماب اویسی

اک ذرا دیر

جلد اٹھے گا پردہ ہر ایک راز سے
آئے گی اک صدا وقت کے ساز سے

چہرہ ہر ایک کا سامنے آئے گا
ہم کو جس جس نے لوٹا جس انداز سے

اس اندھیری شب غم کو ڈھلنے تو دو
کوئی سچا سویرا نکلنے تو دو

چند گوشوں میں روشن دیئے ہیں کئی
آستینوں میں سورج لئے ہیں کئی

ہیں مسیحا کئی نوجواں نسل میں
ہوں گے اپنے معالج وہی اصل میں

ملک و ملت کے ناسور کاٹیں گے وہ
پھر سے پیدا کریں گے توانائیاں

ہم کو عرقِ شافی پلائیں گے
لوٹ آئیں گی چہروں کی رعنائیاں

اس حقیقت سے فرعون ہے بے خبر
کوئی موسیٰ کہیں پاس پلنے میں ہے

رت یہ ظلم و تشدد کی ڈھل جائے گی
اک ذرا دیر موسم بدلنے میں ہے

جو بجا لائیں گے اب تو حکم اذاں
اس زمیں پر جئیں گے وہی ناز سے

بہ شکریہ "نوائے وقت" ریاض الرحمٰن ساغر

ان گنت دی گنتی

ان گنت دی گنتی کر کے میں تھکی میں ہاری
یک دا ہندسہ سوہنا لگدا میں صدقے میں واری

ست اسمانی کرکے مکانی ہیٹھ ستاں دی پھیری
وانگ سدائیاں ستاں راہواں نسی ننگی پیری

ست چشمے میرا اندر دھوتا نال ضرباں دے کاری
زہر زمانہ اندر ساڑھے نفس کرے میرا جاری

بسم اللہ دے ست حرفاں نے مٹھڑے بول الاپے
کوڑے گھٹ محبتاں والے پیتے ہجر اکلاپے

ست سمندری اوہلے لبھ کے رمزاں گجھیاں کھولے
عرب دیاں صحراواں دے وچ ریت عشق دی پھولے

ڈاہڈا تیرا عشق وے سائیں ڈاہڈے تیرے روگ
بے وطناں دیاں ہجراں کولوں ڈر دے سارے لوگ

پیراں جہیاں پیر لباں پھراں میں ماری ماری
ان گنت دی گنتی کرکے میں تھکی میں ہاری

طیبہ چیمہ

مجلس ذکر

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم

(128-9)

حقائق کا بیان ہو رہا تھا یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ جب سالک کا کوئی لطیفہ منور ہو جاتا ہے تو اس کی روح میں یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی مدد سے سالک اپنے اعمال کا جائزہ لے اور اس لطیفے کی خصوصیت کا رنگ اس کا عملی زندگی میں ظاہر ہونے لگے۔ لطائف کا منور ہونا دو پہلوؤں سے سالک کی سیرت پر اثر انداز ہوتا ہے ایک تو اس کی ذاتی سیرت کی تعمیر ہونے لگتی ہے دوسرا وہ فیلڈ ورک کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اپنی استعداد کے مطابق ماحول کو متاثر کرتا ہے۔ اور خداشناس معاشرہ کی تعمیر میں کوشاں ہوتا ہے۔

اب پانچویں لطیفے کا بیان ہوگا۔ اس کا نام "اخفی" ہے۔ اس لطیفے کا فیض سالک کے باطن میں براہ راست محمد رسول ﷺ سے آتا ہے۔ تصوف و سلوک کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ زیر قدم محمد رسول ﷺ۔ اس لطیفہ کے راسخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سالک میں اتباع سنت کی استعداد۔ جذبہ اور شوق بیدار ہونے لگتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا' تاہم حضور اکرم ﷺ کے چند اوصاف تو اس قدر نکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اس کا اعلان فرمادیا ہے۔ ان میں سے ایک وصف کا بیان ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

ومارسلنک الا رحمتہ للعالمین

(107-21)

یعنی حضور اکرم ﷺ کو تمام مخلوق کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔ مخلوق میں جمادات' نباتات' حیوانات' انسان' جن اور ملائکہ سب شامل ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کے علاوہ بھی مخلوق کی کوئی قسم ہو جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے

مخلوق کے لئے نبی کریم ﷺ کی رحمت ہونے کی تفصیل بیان کرنا تو مجھ ایسے کم علم آدمی کے لئے ممکن نہیں ہاں اجمالی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضورؐ کی ذات مخلوق کی مختلف اقسام کے لئے جس طرح رحمت ثابت ہوئی اس کے نمونے حضور کی حیات طیبہ میں جابجا ملتے ہیں اور حضورؐ کی تعلیمات میں اس رحمت کا نشان اس صورت میں ملتا ہے کہ آپ نے مخلوق کے حقوق کے سلسلے میں جہاں انسانوں کے باہمی حقوق' ملائکہ کے حقوق بلکہ جمادات کے حقوق بھی متعین فرمائے اور انہیں ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ انسانوں کے باہمی حقوق کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو بعثت نبویؐ کے وقت تاریخ عالم سے اقوام عالم کے حالات کا مطالعہ کیجئے۔ ہر قوم میں انسان بنی نوع کے حق میں درندہ بن چکا تھا۔ برصغیر میں ہندو تہذیب نے آدم کی اولاد کو برہمنوں' ویشوں اور شودروں میں تقسیم کرکے مستقل نفرت اور نسلی امتیاز اور باہمی مخاصمت کو معراج تک پہنچا رکھا تھا۔ کہیں زبان وجہ منافرت بنی ہوئی تھی۔ کہیں جغرافیائی حدود نے انسان کو انسان سے برسرپیکار کر رکھا تھا کہیں رنگ نے انسان کو انسان کا دشمن بنا رکھا تھا اور سفید فام دنیا باقی دنیا کے رہنے والوں کو انسان ہی نہیں سمجھتی تھی۔ غرض دنیا کی حالت یہ تھی کہ

سانپ کو سانپ تو نہیں ڈستا
آدمی آدمی کو ڈستا ہے

حضور اکرم ﷺ نے یہ سارے امتیاز ختم کر دیئے۔ یہ سب بت توڑ دیئے۔ یہ سب مصنوعی حد بندیاں ختم کردیں اور اعلان فرمایا

کلکم بنو آدم و آدم من تراب

تم سب ایک آدم کی اولاد ہو اور آدم کی خلقت مٹی سے ہوئی۔ تو غرور کس بات کا۔ اکڑنا کس برتے پر اور اپنے بھائیوں کی تحقیر و تذلیل کس وجہ سے۔ آپ نے صرف یہ اعلان ہی نہیں کیا بلکہ اپنے شاگردوں کی تربیت کرکے ایسے معاشرے کی تعمیر کی اور عملاً" تعمیر کی کہ دوسروں کو مطلق خاطر میں نہ لانے والے قریشی کالے رنگ کے بلال رضی اللہ عنہ کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کہنے میں خوشی محسوس کرنے لگے۔ ان سب مصنوعی امتیازات کو ختم کرکے حضور ﷺ نے عزت و برتری کا ایک بین الاقوامی اور عالمگیر اصول دیا کہ

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم(49-13)

کہ تم میں سے معزز وہ ہے جس کا اپنے رب سے زیادہ تعلق ہے۔ یعنی عزت کا معیار تعلق مع اللہ کو قرار دیا۔ کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر برتری جتانے کا غیر انسانی جذبہ ختم کر دیا۔ اور انسان جو انسان کا دشمن تھا۔ جس نے اپنے بنی نوع کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی اس پر حضورؐ کے فیض کا اثر یہ ہوا کہ وہ جو دوسروں کا مال لوٹنے میں فخر محسوس کرتے تھے اب دنیا کے امین ترین انسان شمار ہونے لگے وہ جو دوسروں کی عصمتیں لوٹتے تھے اب عصمتوں کے محافظ بن گئے وہ جو دوسروں کو بے آبرو دیکھنا پسند کرتے تھے اب دوسروں کی آبرو کے پاسبان بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کا مسیحا کر دیا

حضورؐ کی ذات میں جو سراپا رحمت تھی' رحمت کے وہ نشان ملتے ہیں کہ انسانی تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ حضورؐ کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی غلام اسلام قبول کرنے کے لئے آتا ہے وہ منظر چشم تصور کے سامنے آجاتا ہے کہ کس طرح بے دردی سے اس نے قتل کیا۔ پھر کس طرح کلیجہ نکالا گیا اسے چبایا گیا۔ اور اب جب کہ وہ بے بس ہے۔ حضورؐ کو پوری قدرت حاصل ہے کہ اس سے انتقام لیں مگر رحمت عالم کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اس کو مسلمان کیا جاتا ہے۔ بس اتنا کہا جاتا ہے کہ کسی اور شہر میں جا کر رہے کہ اس کے سامنے آنے سے چچا کے قتل کے زخم تازہ ہو جاتے ہیں۔

تیرہ برس تک مکے والے حضورؐ کو ہر وہ ایذا دیتے ہیں جس کا ایک نام کا انسان بھی تصور نہیں کر سکتا ہے۔ مگر فتح مکہ کے موقع پر جب حضورؐ فاتحانہ مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو ان تمام درندہ صفت انسانوں کو مجرم کی حیثیت سے حضورؐ کے سامنے لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کے سر قلم کر دیئے جاتے۔ ان کی لاشوں کو روندا جاتا۔ ان کی بوٹیاں کتوں اور گدھوں سے نچوائی جاتیں مگر رحمتہ للعالمینی کا مظاہرہ کیسے ہوتا۔ اور وہ ہو کر رہا۔ اور حضورؐ نے اعلان فرما دیا۔

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء

میرے جانی دشمنو! جاؤ تم آزاد ہو میں تمہیں کوئی سزا نہیں دیتا یہ رویہ رحمت للعالمین کے سوا اور کون اختیار کر سکتا ہے۔

اس لطیفہ کے راسخ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ سالک کی سیرت پر حضورؐ کی اس رحمتہ للعالمینی کی جھلک پڑنے لگے وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑے اور روٹھنے والوں کو منائے وہ گرتوں کو سہارا دے وہ گم کردہ راہ لوگوں کو راہ ہدایت پر لائے وہ تباہ ہونے والوں کو تباہی سے بچا لے۔ وہ بگڑے ہوئے لوگوں کو سنوارے وہ بیماروں کا علاج کرے۔ وہ دشمنوں کی دشمنی بھول جائے وہ دوستوں کی بے جا حمایت سے بچے اس کی دوستی بھی اللہ کے لئے ہو اور دشمنی بھی اللہ کے لئے ہو۔ اور اس کی ہر ادا زبان حال سے کہہ رہی ہو

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے

حضورؐ کی دوسری خصوصیات کا اعلان ان الفاظ میں ہوا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ(21-33)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اس میں ایک تو زندگی کے کسی خاص پہلو کی تخصیص نہیں بلکہ مطلق ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ زندگی کے ہر پہلو میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہو گا۔ حاکم اور رعایا کے لئے امیر اور غریب کے لئے مدعی اور مدعا علیہ کے لئے جج اور مستغیث کے لئے۔ سپاہی اور جرنیل کے لئے تاجر اور گاہک کے لئے زندگی کے ہر پہلو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں رہنمائی موجود ہے اور انسان کی کامیابی اور سکون کا راز حضورؐ کی اتباع میں ہی پوشیدہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی خاص قوم' ملک یا زمانہ کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ قیامت تک اقوام عالم کے لئے حضورؐ کی زندگی ایک کامل نمونہ ہے۔

اس لطیفہ کے منور اور راسخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سالک میں اتباع سنت کی کامل استعداد پیدا ہو چکی ہے۔ اب اسے اپنی روز مرہ کی زندگی کا جائزہ لینا ہے اور بڑی احتیاط' عقیدت اور اخلاص کے ساتھ ہر قدم پر یہ دیکھنا ہے کہ اتباع سنت کا دامن ہاتھ سے جانے نہ پائے۔

اس سلسلے میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ترک سنت اور خلاف سنت میں فرق ہے ترک سنت کی وجہ غفلت بھی ہو سکتی ہے۔ نادانی اور جہالت بھی ہو سکتی ہے یہ دونوں حالتیں نسبتاً" کم نقصان دہ ہیں مگر ارادہ ترک سنت لازماً" سالک کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ کام تو بہر حال کرنا ہے اگر سنت کے مطابق نہ ہوا تو لازماً" اپنا تجویز کردہ طریقہ ہو گا یا رسم و رواج کی پابندی ہو گی۔ دونوں صورتوں میں سنت کی بے قدری ظاہر ہے۔

خلاف سنت کرنے کی بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اول عدم علم بظاہر یہ ایک معقول عذر

ہے مگر اس کا نقصان لازمی ہے جیسے کوئی شخص عدم علم کی بنا پر زہر کھالے تو گو وہ خودکشی کا مجرم قرار نہ دیا جائے۔ مگر یہ عدم علم اس کی ہلاکت کی راہ میں حائل نہ ہو سکے گا۔ دوسری وجہ جان بوجھ کر خلاف سنت کام کرنا ہے یہ حرکت پرلے درجے کی مجرمانہ جسارت ہے۔ جب ایک شخص عہد کر چکا ہے کہ میں محمد رسول ﷺ کو زندگی کے ہر معاملے میں اپنا پیشوا تسلیم کرتا ہوں پھر عمداً" حضور اکرمؐ کی مخالفت کرنا بدعہدی بھی ہے۔ منافقت بھی اور اکڑفوں کا مظاہرہ بھی اللہ تعالیٰ اس حماقت سے محفوظ رکھے۔

حضور اکرم ﷺ کی رحمتہ للعالمینی تو عام ہے۔ ساری مخلوق اس سے حصہ لے رہی ہے' مگر آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کے لئے دو اوصاف کا ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد ہے۔

لمن کان یرجواللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا (33-21)

یعنی فکر و عمل کی سمت کا درست ہونا ضروری ہے۔ یہ یقین دل میں موجود ہو کہ مجھے ایک روز اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہو کر اپنے اعمال کے متعلق جواب دینا ہے۔ اور اعمال کا نقشہ یہ ہو کہ ہر حال میں اللہ کی یاد دل میں موجود رہے اور عمل سے اس کا اظہار ہوتا رہے گویا عملی زندگی میں جب تک ذکر کثیر کی عادت نہیں ہوتی حضورؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی مشکل ہے۔ ذکر کثیر ہی اتباع سنت کا محرک ہے اور سالک نے ذکر کثیر کی بدولت جب اپنے لطائف کو منور کر لیا ہے تو اب اس کے سامنے اتباع سنت کے راستے میں کون سی رکاوٹ باقی رہ گئی۔

اطاعت عموماً" اس شخص کی جاتی ہے جس کے متعلق گماں غالب ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور اس سے میرے کئی کام متعلق ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں بھی حضورؐ کی حیثیت بیان فرما دی کہ

عزیز علیہ ماعنتم

یعنی تمہاری تکلیف دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا دل دکھتا ہے پھر حریص علیکم یعنی حضور ہر وقت تمہاری بھلائی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ جس شخص میں یہ دو وصف موجود ہوں اس سے بڑھ کر خیر خواہ کون ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود بھی کوئی شخص اپنی زندگی میں حضورؐ کے اسوہ کو نمونہ کے طور پر اپنے سامنے نہ رکھے تو اس سے زیادہ بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی سیرت کا یہ پہلو ایک حدیث میں بیان فرمادیا۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ یوں سمجھو کہ گھپ اندھیری رات ہے۔ جنگل بیابان ہے۔ ایک شخص آگ روشن کرتا ہے۔ چاروں طرف سے پروانے جمع ہو جاتے ہیں اور لپک لپک کر آگ میں گرتے ہیں وہ شخص کنارے کھڑا دونوں ہاتھوں سے پروانوں کو ہٹا رہا ہے آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ رکنے کا نام نہیں لیتے آگ میں گرتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ میری حیثیت اس آدمی کی سی ہے اور تمہاری حالت ان پروانوں کی ہے تم جہنم کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہو اور میں تمہیں اس آگ سے بچنے کی مسلسل کوشش میں مصروف ہوں۔

ظاہر ہے کہ پروانے آگ سے بچ جائیں تو روکنے والے کا کچھ نہیں سنورتا۔ اور اگر وہ جل جائیں تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا پھر بھی وہ برابر روکتا چلا جاتا ہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کے دل میں خیر خواہی کے جذبات بھرے ہیں اور اس کی مسلسل جدوجہد کا محرک صرف ان کی خیر خواہی کا جذبہ ہے۔

اطاعت اور اتباع میں بڑا فرق ہے۔ اطاعت یہ ہے کہ حکم ملے اور تعمیل کردے مگر اتباع یہ ہے کہ حکم کے انتظار پر ہی اکتفا نہ کرے۔ بلکہ مطاع کی پسند و ناپسند دیکھ کر اس کے مطابق زندگی کا نقشہ بنائے۔ اس کی ہر ادا کو محبوب سمجھے اور ہر حرکت میں اس کی تقلید کی فکر میں رہے اور یہ صورت صرف اس وقت ممکن ہے جب مطاع' محبوب بھی ہو۔ ورنہ اطاعت محض ضابطے کی کارروائی ہوگی اس کے اندر روح مفقود ہوگی۔ حضورؐ کی حیثیت محض مطاع کی نہیں بلکہ محبوب مطاع کی ہے۔ جبھی تو آپ نے فرمایا کہ

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین وکما قال یعنی آدمی کامل مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک اسے تمام محبوب چیزوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔

محبت ایک جذبہ ہے یہ دل کا فعل ہے اس لئے اس بارے میں بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں ایک صورت محبت ہے ایک حقیقت محبت ہے۔ صورت محبت سے حقیقی محبت کو دھوکا بھی دیا جاتا ہے اور لوگ دھوکا کھا بھی جاتے ہیں۔ صورت محبت میں ساری قوت نمائش اور نعروں میں ہی صرف ہوتی ہے اور ساری کوشش تصنع' بناوٹ اور اشتہار تک ہی محدود رہتی ہے۔ سنت کے مطابق کام کرنے سے تسلی نہیں ہوتی اس لئے سنت میں پیوند لگائے جاتے ہیں اضافے کئے جاتے ہیں قطع و برید شروع ہو جاتی ہے۔ ترمیم و تجدید

کے عمل کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس طریقے سے نظر فریبی اور سامعہ نوازی کا شوق پورا ہو جاتا ہے مگر سنت کی توہین یقیناً" ہوتی ہے۔ جیسے پٹرول میں مٹی کا تیل ملا دینے سے مقدار تو بڑھ جاتی ہے مگر انجن کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور گاڑی بیکار ہو جاتی ہے۔ پٹرول میں جب مٹی کا تیل ملتا ہے تو اس کی قوت کو بھی کمزور کر دیتا ہے۔ اس لئے محض صورت سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ اس کے بڑے دور رس نتائج ہوتے ہیں اور ایسا کرنے سے کئی چھپی ہوئی بیماریوں کا سراغ ملتا ہے مثلاً"

1- سنت کی شکل بدلنے اور اس میں من مانے اضافے کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ نبی کریمؐ نے دین کو نامکمل چھوڑ دیا اب اس کی تکمیل کر رہا ہوں۔

2- نبی کریم ﷺ نے دین پہنچانے میں غفلت برتی (معاذ اللہ) یہ بات دین کا حصہ تھی آپ نے نہیں پہنچائی

3- اس حرکت سے انکار ختم نبوت ظاہر ہوتا ہے اور ایسا کرنے والا درحقیقت خود مدعی نبوت ہوتا ہے گو زبان سے نہ کہے کیونکہ دین یا عبادت کی شکل متعین کرنا نبی ہی کا کام ہے۔ غیر نبی کا یہ منصب نہیں

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے
حاصل خواجہ بجز پندار نیست

حقیقی محبت کے انداز ہی دوسرے ہوتے ہیں وہاں نہ تصنع ہے نہ بناوٹ نہ نمائش ہے' نہ نعرہ بلکہ کہنے والے کہتے ہیں

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
وہ کیسے؟
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

کاملین تو جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے۔ محبوب کی مقرر کردہ حدود و قیود سے سر ہو انحراف نہیں کرتے بلکہ نازک ترین مواقع پر بھی ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ

باچنیں زور جنوں پاس گریباں داشتم
در جنوں از خود نہ رفتن کار ہر دیوانہ نیست

محبوب نے خود محبت کا معیار بتا دیا کہ

من احب سنتی فقد احبنی

جسے میری سنت محبوب ہے وہ میری محبت کے دعوے میں سچا ہے' ورنہ

وبدونها خرط القتاد

مختصر یہ کہ پانچویں لطیفے کے راسخ ہونے کی علامت یہ ہے کہ آدمی کے اندر اتباع سنت' امر بالمعروف نہی عن المنکر اور مخلوق کی بھلائی اور بہتری کا جذبہ روز بروز ترقی کرتا چلا جائے۔

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

سالک کا وجود تبلیغ مجسم ہو۔ سالک کے شب و روز سے یہ ظاہر ہو کہ اس کے ہر عمل پر محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا ٹھپہ لگا ہوا ہے۔

دیکھئے حضورؐ کی تیرہ سالہ مکی زندگی میں کتنے آدمی دائرہ اسلام میں آئے۔ پھر مدینہ طیبہ میں چھ برس آزادی کے گزرے مگر اہل مکہ سے مقاطعہ کی صورت تھی۔ 6ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر کل 1400 کے قریب آدمی اس مہم میں ساتھ تھے۔ مگر صلح نامہ میں ایک شرط یہ رکھی گئی کہ اہل مکہ اور مسلمانوں کو آپس میں ملنے جلنے کی آزادی ہوگی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد اتنی تھی کہ متحرک انسانوں کا ایک سمندر موجیں مارتا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ مورخین خواہ کچھ ہی بتائیں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کفار نے جب مدینہ کے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا۔ ان سے ملے جلے' لین دین کیا۔ تو انہیں محسوس ہونے لگا کہ یہ لوگ ہماری ہی قوم اور قبیلوں کے افراد ہیں مگر ان کی اور ہماری زندگی میں وہی فرق ہے جو ایک انسان اور جانور کی زندگی میں ہوتا ہے تو انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں اپنایا جائے۔ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وجود ہی مجسم تبلیغ بن چکے تھے ان کے افکار' ان کے اعمال' ان کے رہن سہن' ان کی معاشرت' زبان بے زبانی میں وہ سب کچھ کہہ جاتی جسے کہنے کے لئے ایک بے عمل مبلغ کو سٹیج سجانے پڑتے ہیں۔ آلہ جہر الصوت کا سہارا لینا پڑتا ہے مگر نتیجہ وہی کہ الفاظ زبان سے نکل کر فضا میں گم ہو جاتے ہیں اس لئے سالک کا فرض منصبی یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں نبی کریمؐ کا اسوہ حسنہ مشعل راہ بنائے رکھے۔

چھٹا لطیفہ

اصطلاح سلوک میں اس کو نفس کہتے ہیں۔ نفس انسان کے اندر ایک قوت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے۔ خواہش اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ اس اختلاف کی بنا پر نفس کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں اور ان کے نام بھی مختلف ہیں۔ مثلاً" چونکہ اکثر برائی اور فوری لذت کی خواہش کرتا ہے۔ جب یہ خواہش کر بیٹھے اور اس پر نادم بھی نہ ہو تو اسے نفس امارہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ قوت جو اکثر برائی کی خواہش میں ہی آجاتی ہے اس صورت کو ہویٰ یا ہوائے نفس بھی کہتے

ہیں۔ اور اگر نفس برائی کی خواہش کرے مگر اس پر ندامت بھی ہونے لگے تو اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ یعنی اپنے کیئے پر ملامت کرنے کا احساس بھی پایا گیا اور اگر یہ قوت اکثر نیکی اور بھلائی کی خواہش کرنے لگے تو اسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

اس لطیفہ کی تربیت کا مطلب یہ ہے کہ سالک اس قوت کو اللہ کے ذکر کے ذریعے اس قابل بنانا چاہتا ہے کہ اکثر خیر کی خواہش پیدا ہونے لگے۔ اس لطیفہ کے راسخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سالک کے اندر یہ قوت اب صحیح رخ پر کام کرنے لگی ہے۔ نیکی کی رغبت اور برائی سے نفرت ہونے لگی ہے۔

یوں تو شیطان' انسان کا ازلی دشمن ہے مگر نفس اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ شیطان کے اندر بھی تو نفس ہی نے استکبار کی خواہش پیدا کر کے اسے گمراہ کیا تھا۔ اس لئے اسے مغلوب کرنا مشکل کام ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے مجاہدہ نفس کو جہاد اکبر فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ رسولؑ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله (26-38)

یعنی ہوائے نفس کا اتباع مت کیجئے ورنہ یہ اتباع تمہیں راہ حق سے ہٹا دے گی۔ دوسرے مقام پر ایک اصولی تعلیم فرمائی۔

واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنته هى الماوى (79-40'41)

یعنی جسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا خوف ہو اور اس نے اپنے آپ کو ہوائے نفس کی اتباع سے بچا لیا وہ جنت کے انعام کا مستحق ہوا۔

معلوم ہوا کہ ہوائے نفس کی اتباع گمراہی ہے اور ہوائے نفس سے بچنا اصل کامیابی ہے۔

خواہشات نفسانی کی کوئی حد نہیں یہ ایک ایسا جنگل ہے کہ اس میں جو پھنس گیا وہ پھڑ پھڑا تو سکتا ہے لیکن نکلنا محال ہے کیونکہ خواہش پرستی انسان کی دشمن ہے مگر محبوب دشمن اس لئے خواہشات جوں جوں پوری ہوتی ہیں ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

انسان اپنی ہوائے نفس کو پورا کرنے کے لاکھ جتن کرتا ہے۔ کہیں حب جاہ ہے کہیں حب مال ہے کہیں تلاش راحت ہے کہیں جستجوئے لذت ہے۔ انسان ان کے حصول کے لئے سارے جتن کرتا ہے مگر طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ حالت یہ ہوتی ہے کہ

گھٹتا جاتا ہے خط پیمانہ
بڑھتی جاتی ہے تشنگی ساقی

ذکر الٰہی کی برکت سے اس قوت کی تسخیر یوں ہوتی ہے کہ اب نفس زیادہ تر خیر کی خواہش ہی کرنے لگتا ہے۔ مگر خیر کیا ہے تفصیل میں پڑے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ اصل خیر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عزم اور سلیقہ سیکھ لو۔ تو صورت یہ بنی کہ سالک اپنی پسند سے دستبردار ہو جاتا ہے اور اپنی پسند کو نبی کریم ﷺ کی پسند کے تحت کر دیتا ہے۔ خواہش ہمیشہ پسندیدہ چیز کی ہوتی ہے۔ جب سالک نے اپنی پسند کو حضورؐ کی پسند کے تحت کر دیا تو لازما" وہ خیر ہی کی خواہش کرے گا۔ یہ جو عام طور پر مشہور ہو گیا کہ نفس کشی کرنا ہی - سلوک و تصوف ہے یہ اس خاص مفہوم کے اعتبار سے غلط ہے۔ نفس مارنا نہیں بلکہ نفس کو سدھانا' سنوارنا اور صحیح راہ پر لگانا ہے یعنی اس سے کام لینا ہے۔ مگر صحیح کام۔ اگر یہ مر گیا تو گویا وہ قوت ہی ختم ہو گئی جو خواہش کرتی تھی۔ خواہ وہ خواہش خیر ہو یا خواہش شر۔ تو وہ زندگی کیا ہوئی۔ اگر کوئی نابینا آدمی کہے کہ ہم تو بھی کسی کی بہو بیٹی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تو اس میں کون سا کمال ہوا۔ بات جب ہے کہ شعور حسن کا ادراک موجود ہے۔ دو کھلی آنکھیں موجود ہیں پھر بھی غیر محرم کی طرف نظر نہیں اٹھتی۔ یہ کیوں؟

اس لئے کہ اب اس قوت کی تربیت ہو چکی ہے۔ محبوب کو اس طرف آنکھ اٹھانا پسند نہیں اس لئے اب آنکھ کھلی ہے مگر نظر نہیں اٹھتی۔

ہاں اس لحاظ سے نفس کشی کہا جائے کہ نفس میں جو برائی کی خواہش تھی وہ مر گئی تو مفہوم درست ہے مگر درحقیقت اس کا عام فہم اور واضح مفہوم یہ ہے کہ نفس کی صحیح تربیت ہو گئی۔

اس لطیفہ کا خاصہ یہ ہے کہ سالک میں " فانی" کی محبت اور اس سے حصول لذت کا جذبہ گھٹنے لگے۔ اور "باقی" کی محبت اور ابدی راحتوں کے حصول کی خواہش بڑھنے لگے۔ اور جب یہ جذبہ درست ہو جائے اور قوت صحیح سمت میں کام کرنے لگے تو اس کے سامنے صرف وہی صراط مستقیم ہو جس کے سرے پر نبی کریم ﷺ کھڑے بلا رہے ہوں کہ

هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيره انا و من اتبعنى

میرا راستہ یہی ہے اسی پر بڑھے چلے آؤ۔ میں تمہیں اللہ کے پاس لے جاؤں گا۔ اور اسی پر وہ قافلے چلے آئے ہیں جنھوں نے میرے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے صرف میرا اتباع کیا۔